رجسٹرڈ نمبر ۲۵۹ رجسٹرڈ نمبر ۵۹۵ رجسٹرڈ نمبر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یُھدِی اللّٰہُ لِنُورِہٖ مَن یَّشَآءُ

بدر قادیان

ایڈیٹر:- الیس محمد یوسف

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے تین روپے
" ششماہی " ایکروپیہ بارہ آنے
چندہ سالانہ سرپرستوں سے ۔ عہ
چندہ سالانہ امراء سے پانچ روپے
" " ممالک غیر سے صرف آٹھ شلنگ۔

مستقل قواعد

(۱) اسلام کی خوبیوں اور برکات کا ذکر کرنا۔ اور دیگر مذاہب پر اسکی افضلیت ظاہر کرنا۔ (۲) دنیا میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو ادا کرنا۔ (۳) معترضین کے حملوں کا کامل صحیح جواب دینا۔ (۴) راعی اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط اور مستحکم بنانا۔

جلد ۳۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۳ر اپریل ۱۹۴۲ء مطابق ۱۶ ماہ ربیع الاوّل ۱۳۶۱ھ | نمبر ۵

قرآن شریف گورمکھی و ہندی

میں نے ۱۷ مارچ کے نور میں یہ ذکر کیا تھا۔ کہ جناب ڈاکٹر برکت علی خاں صاحب نے ان تراجم کو غیر مسلم احباب تک پہنچانے کے لئے ۲۵ روپے بھیجے ہیں۔ اس رقم سے جو اصحاب اس وقت تک ان روحانی تحائف سے مستفیض ہو چکے ہیں۔ اور ان تک اس روحانی تحائف کو پہنچانے کے لئے جو کچھ خرچ آیا۔ وہ درج ذیل ہے:۔

۱	بر اے لائبریری ڈی۔ اے۔ وی ہائی سکول قادیان قرآنجید ہندی	۳-۰-۰
۲	جناب سردار سنگھ صاحب ایم۔ اے اسسٹنٹ گارڈن کالج راولپنڈی گورمکھی ترجمہ بعد محصول ڈاک	۴-۰-۰
۳	جناب لالہ دھنی رام صاحب مالک بھلا شو کمپنی لاہور۔ ہندی ترجمہ بعد محصول ڈاک	۶-۰-۰
۴	شری راجہ صاحب بگھاٹ۔ قرآنجید ہندی ترجمہ بعد محصول ڈاک	۱۱-۴-۰
۵	ہز ہائینس شری حضور مہاراجہ بہادر آف میسور ہندی ترجمہ بعد محصول ڈاک	۱۲-۴-۰
	میزان =	۳۶-۸-۰
	وصول از جناب ڈاکٹر صاحب موصوف	۲۵-۰-۰
	اضافہ =	۱۱-۸-۰

یہ ساڑھے گیارہ روپے دفتر نے اپنی گرہ سے خرچ کئے ہیں۔

اہل دل دوست جنہیں قرآن مجید کے ساتھ محبت ہو۔ اور جن کے دلوں میں یہ تڑپ بھی ہو۔ کہ کلام مجید کی مقدس تعلیم سے غیر مسلم احباب بھی آگاہ ہو سکیں۔ تو ان کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ اس کار خیر میں میرا ہاتھ بٹائیں راجوں مہاراجوں کو جو کاپیاں بھیجی جاتی ہیں۔ عموماً وہ آرٹ پیپر سائز پونڈ کا بڑھیا کاغذ ہوتا ہے۔ اور جلد بھی سنہری نہایت اعلیٰ قسم کی۔ بعض اوقات اس کی جلد بندی پر ہی دس دس روپے خرچ آجاتے ہیں۔ اوپر جو لاگت درج کی گئی ہے۔ یہ دراصل سستے زمانہ کی ہے۔ ورنہ آج کل تو پچاس روپے کی کاپی خرچ کرنے پر بھی یہ بات حاصل نہ ہو سکے ان صاحبوں پر ان تراجم سے کیا اثر پڑا۔ ڈی۔ اے۔ وی ہائی سکول قادیان کے ہیڈ ماسٹر صاحب کی رائے تو آپ ۱۷ فروری کے نور میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ بقیہ مندرجہ ذیل خطوط سے ملاحظہ فرمائیے جناب سردار سنگھ اپنے گورمکھی خط میں جس کا ترجمہ درج ذیل ہے یہ لکھتے ہیں:۔

جناب محترم ایڈیٹر صاحب سلامت۔

آپکے مرسلہ کلام مجید گورمکھی کا ایک نسخہ ملا۔ میں آپ کا بہت ہی مشکور ہوں۔ یہ آپ کی اولوالعزمی کا ہی نتیجہ ہے۔ کہ ہم طالب علم بھی قرآن شریف کو گورمکھی زبان اور حروف میں پڑھ کر مستفیض ہو رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے۔ کہ میں اس مقدس کتاب کو پڑھ کر بہت مستفیض ہوں گا۔

جناب لالہ دھنی رام صاحب بھلا شو کمپنی لاہور سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ:۔

محترم دوست۔ تسلیم

آپ کا بھیجا ہوا قرآن شریف ہندی میں ملا۔ آپ کے پریم اور محبت سے بھیجے ہوئے اس گرانقدر تحفہ کے لئے میں آپ کا تہ دل سے مشکور ہوں۔ میں نے خواجہ حسن نظامی کا ہندی ترجمہ بھی دیکھا ہے۔ مگر آپکے قرآن شریف کی جلد اور چھپائی بہت خوبصورت ہے۔ میں اسے ضرور شروع سے آخر تک بڑی شردھا سے پڑھونگا۔ میرا یہ یقین ہے۔ کہ بنیادی باتیں سب دھرموں کی یکساں ہیں۔ قرآن شریف۔ بائیبل اور گرنتھ صاحب کے مطالعہ سے میرا یہ اعتقاد اور بھی پکا ہو گیا ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے۔ کہ ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ایشور کرے۔ کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھیں۔ اور ہم میں سچا پریم اور اتحاد ہو۔ آپ کبھی لاہور آئیں۔ تو مجھے ضرور ملیں۔ آپ سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوگی۔

جناب راجہ صاحب بگھاٹ نے اپنے ایک انگریزی خط میں جو تحریر فرمایا۔ اس کا لب لباب درج ذیل ہے:۔

"قرآن شریف کے ہندی ترجمہ نے ایک دیرینہ اور اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اور یہ آپ ایسا عظیم الشان اور کارِ نمایاں بجا لائے ہیں۔ کہ اس پر جسقدر آپ اور آپ کی سوسائٹی فخر کرے۔ کم ہے۔ اور اس کے لئے کوئی بھی منصف مزاج آپ کی اولوالعزمی کی داد دئے بغیر نہیں رہے گا۔ اور یقیناً آپ کا یہ شاندار کام ہندو مسلم اتحاد جس کے نتیجہ میں ملک کا امن اور بہتری وابستہ ہے کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوگا۔ جس کے لئے آپ بلاشبہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔"

ہز ہائی نس شری حضور مہاراجہ صاحب بہادر آف میسور کی طرف سے تاحال کوئی رائے وصول نہیں ہوئی۔ وصول ہونے پر اسے بھی ناظرین تک پہنچا دیا جائے گا۔ اور کسی صاحب کو بھی بغیر ان کی خواہش کے از خود یہ تحفہ نہیں بھیجا گیا۔ بہرحال اس سے دوست بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ اگر ان روحانی تحائف کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کی جائے۔ تو خدا کے کرم سے نتیجہ کتنا شاندار برآمد ہو سکتا ہے۔ اگرچہ ہر ایک نیکی بلاشبہ اپنے اندر خوبی رکھتی ہے۔ مگر فی زمانہ غیر مسلم احباب کو کلام مجید کی مقدس تعلیم سے مستفیض کرنا یقیناً یہ جملہ نیکیوں کی سرتاج نیکی ہے۔ قرآنجید کا گورمکھی ترجمہ تو قریباً ختم ہی ہے۔ اور یہ خوشی کی بات ہے کہ ننانوے فی صدی یہ سکھوں اور ہندوؤں میں گیا۔ سکھوں اور ہندو حلقوں پر اس مبارک ترجمہ نے جو اثر ڈالا۔ وہ نور کے ناظرین وقتاً فوقتاً نوٹ فرماتے ہی رہے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء بعض کتب فروش اکٹھا مانگتے تھے۔ تاکہ وہ بعد میں مہنگے داموں پر دیں۔ میں نے یہ تو گوارا کیا۔ کہ کمائے ایک دن کے مزدوخت ہونے کے یہ چار پانچ سال

۴ میں مزدوخت ہو۔ اور بجائے اسکی رقم آنے کے دو دو یا تین تین روپے کر کے آئیں۔ مگر یہ گوارا نہ کیا کہ پبلک کو یہ مہنگے داموں ملے۔ کیونکہ اس سے اسکی اصلی غرض فوت ہوتی تھی۔ نظر ثانی ہو رہی ہے۔ دوسرے ایڈیشن کے لئے بھی نظر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سکھ اور ہندو

سکھوں کے مذہب اور ان کے علماء و فضلاء کا طریق عمل اس امر کا بہترین شاہد ہے۔ کہ سکھ مذہب ہندوؤں سے قطعی مختلف اور جداگانہ ہے۔ سکھ مذہب وید۔ سمرتی۔ پران۔ جاتی ورن۔ اوتار دیوی دیوتا۔ مورتی پوجا۔ سندھیا۔ گایتری۔ چونکا کار۔ برت۔ یگیہ ہوم وغیرہ وغیرہ کو ایک طرفۃ العین کے لئے بھی روا نہیں رکھتا۔ مگر ہندوؤں کی ہوشیاری اور سکھ صاحبان کی غفلت سے ہندوؤں کا تمدن سکھوں پر غالب آرہا ہے۔ اور مجھے خطرہ ہے۔ کہ اگر سکھ نہ سنبھلے۔ تو کہیں ہندو مذہب آہستہ آہستہ سکھوں کو جذب ہی نہ کرلے۔ اور سکھوں کو جذب کرنے کے لئے ہندوؤں نے ایک اصطلاح بھی وضع کرلی ہے۔ اور وہ اصطلاح کیا ہے۔ گویا کونین کی گولی پر میٹھے کا کوٹ۔ یا انگور کی شکل میں بگائن کا پھل۔ یعنی **سناتنی سکھ** "اس سناتنی سکھ" اصطلاح کی آڑ میں سکھ تمدن کی جگہ ہندو تمدن نہایت عمدگی سے داخل کیا جاسکتا ہے اور کیا جارہا ہے۔ اور اس کی آڑ میں وہ توحید پرست سکھ قوم جس کا ماٹو

اونکار ست نام

دوسر کاہے سمریئے جمے تے مرجا ❊ اکو سمرو نانکا جو جل تھل رہیا سمائے

کشن بشن کبھو نہ دھاؤں ❊ جو برجا ہوں سو تم سے پاؤں

ایک چھوڑ دوجے لاگے ڈوبے سو دنجاریا

ہے۔ اس "سناتنی سکھ" کی اصطلاح کی آڑ میں ہندو صاحبان نہایت آسانی سے سکھوں کے ناواقف اور خصوصاً دیہاتی طبقہ میں وید سمرتی، پران، جاتی ورن۔ اوتار۔ دیوی دیوتا۔ مورتی پوجا وغیرہ خلاف سکھ مذہب عقائد کو سکھ دھرم میں داخل کرسکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ سکھ تمدن اور سکھ مذہب پر حملہ ہے۔ اور اس حملہ کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے۔ کہ سکھ مذہب محفوظ ہے۔ اور پھر یہ کہنا اور بھی مشکل ہے۔ کہ اگر اس خلاف سکھ دھرم عقائد کا ابھی سے سدباب نہ کیا گیا۔ تو کچھ عرصہ کے بعد سکھ مذہب کی کیا شکل بن جاویگی۔ اور سکھ مذہب اپنی موجودہ شباہت اور سب سے بڑھ کر "گورمریادا" کو کہاں تک قائم رکھ سکے گا۔

دور کیوں جاؤ۔ گئو پوجا کا سکھ دھرم ایک طرفۃ العین کے لئے بھی روادار نہیں۔ مگر ہوشیار ہندوؤں نے ناواقف سکھوں کو گئو پوجا کے سوال میں اپنے ساتھ شامل کرلیا ہے۔ حالانکہ سکھ مذہب وہ سکھ مذہب جو توحید کا علمبردار ہے۔ اس میں گئو پوجا کے لئے طرفۃ العین کو واسطے بھی گنجائش نہیں۔ شری گرنتھ صاحب آدآساپٹی محلہ ۴ میں یہ صاف لکھا ہے

مل موت موڑے مگدھ ہوئے سب لگے تیرے پائے

مطلب:۔ گائے کے گوبر اور پیشاب سے محبت کرنے والے جب گورو مہاراج کی شرن میں آئے۔ تو انہیں گوبر اور پیشاب سے نجات مل گئی۔ اسی پر بس نہیں اور ملاحظہ ہو

گوبر جوٹھا چونکا جوٹھا جوٹھی دینی کارا

یعنی گائے کا گوبر ناپاک اور اس سے جو باورچی خانہ میں چونکا (پوچا) دیا جائے۔ وہ بھی ناپاک ہے۔ آگے اور دیکھئے۔ جیسی ہمارے ہاں شریعت کی عظمت ہے وہی عظمت سکھ صاحبان کے ہاں رہت کی ہے۔ دوسرے الفاظ میں رہت کیا ہے۔ شریعت۔ اور رہت نامہ کیا ہے۔ شریعت کی کتاب۔ اس شریعت کی کتاب میں یہ درج ہے۔ کہ:۔

"لنگر میں نہ گائے کا گوبر جلائے اور نہ گائے کے گوبر سے پوچا دے"

(دیکھو رہت نامہ بھائی چوپا سنگھ)

ان واقعات کی موجودگی میں کیا کوئی یہ گمان بھی کرسکتا ہے۔ کہ سکھ مذہب میں گائے کی پوجا کے لئے کوئی گنجائش ہے۔ آگے اور ملاحظہ ہو۔ جناب بھائی کاہن سنگھ صاحب نابھہ نواسی سکھ مذہب کے سب سے بڑے فاضل وہ اپنی مشہور تصنیف "ہم ہندو نہیں" کے صفحہ ۲۰۹ پر ہندوؤں کو مخاطب کرکے لکھتے ہیں کہ:۔

"اور آپ کے مذہب میں جو پاکیزگی کے لئے گائے کا پیشاب اور پنچ گویہ ..... دیا جاتا ہے سکھ مذہب میں آپ اسکی بے قدری کا اس سے ہی اندازہ لگاسکتے ہیں۔ کہ جس باورچی خانہ میں (گائے کے) گوبر کا پوچا دیا جائے۔ وہاں کڑاہ پرشاد (متبرک حلوہ) تیار نہیں کیا جاتا۔ اور یہ طریق آج سے نہیں۔ بلکہ گورو صاحبان کے وقت سے چلا آرہا ہے"

سکھ مذہب کا یہی فاضل بے بدل اپنی اسی مشہور کتاب "ہم ہندو نہیں" کے صفحہ ۲۲۳ پر یہ لکھتا ہے۔ کہ:۔ "سکھ مذہب میں گائے کی عظمت نہیں۔ یعنی نہ تو سکھ گائے کا گوبر اور پیشاب استعمال کرتے ہیں۔ اور نہ ہی اس کے گوبر کا چونکا (پوچا) دیتے ہیں۔ اور نہ ہی مہمانوں کو **گوگھن** نام سے پکارتے ہیں"۔ اب ان مذکورۃ الصدر واقعات کی موجودگی میں یہ کہنے کا کس کو حوصلہ ہوسکتا ہے۔ کہ سکھ گئو پوجک ہیں۔ ایسا کہنا بلاشبہ سکھ مذہب سے مذاق کرنا ہے۔

اب اور دیکھئے کہ سمجھدار سکھ طبقہ کا گائے کے متعلق کیا نقطۂ خیال ہے۔ ۱۹۱۲ء الیکشن کی تعطیلات میں جو سیالکوٹ میں سکھ ایجوکیشنل کانفرنس ہوئی۔ اور اس وقت ہندوؤں نے حفاظت گائے کے لئے سکھوں سے چندہ لینا چاہا۔ تو اس وقت باعلم اور اپنے مذہب سے واقف سکھوں کے طبقہ نے جو طرز عمل اختیار کیا۔ اسے اخبار ہمدرد کشمیر اس طرح بیان کرتا ہے:۔ "سکھ ایجوکیشنل کانفرنس سیالکوٹ کے موقع پر مقامی کارکنوں کو معلوم ہوا۔ کہ مہاراجہ صاحب پٹیالہ کا جلوس جو کانفرنس کے پردھان مقرر کئے گئے ہیں۔ گئوشالہ کی طرف سے نکلے گا تو کارکنوں نے گئوشالہ کی عمارت کو سجایا۔ اس کے نزدیک جھنڈیاں وغیرہ لگائیں۔ لیکن جب گئوشالہ کی صندوقچیاں وغیرہ لے کر کانفرنس میں سکھ صاحبان سے گئوشالہ کے لئے (دان) خیرات مانگنے کے واسطے گئے۔ تو ان کو کانفرنس سے باہر نکلوا دیا گیا۔ اور سکھوں نے کہا۔ کہ ہم ہندو نہیں ہیں۔ اسلئے ہم پر گئو رکھشا واجبی نہیں ہے"۔

پھر سکھوں کا اخبار لائل گزٹ حال (شیر پنجاب) اپنے ۷ فروری ۱۹۱۵ء کے اشو میں لکھتا ہے۔ کہ:۔ "سکھ ہندوؤں کی طرح **گئو پرست نہیں**"۔ پھر سکھوں کا مشہور آرگن اکالی لکھتا ہے کہ:۔ "گائے کی مذہبی عظمت کا سوال خالص ہندو سوال ہے۔ اور سکھ جہاں جھٹکہ پر کسی قسم کی بندش برداشت نہیں کرسکتے۔ وہاں دوسروں کو بھی کوئی خوراک کھانے سے نہیں روکنا چاہتے"۔ (بحوالہ الفضل ۲۹ ستمبر ۱۹۲۹ء)

پھر مصور اخبار ریاست کے ایڈیٹر سردار دیوان سنگھ صاحب مفتون جو خود اکالی تحریک کے زبردست حامی ہیں۔ وہ اپنے ۲۴ اگست ۱۹۲۹ء کے پرچہ ریاست میں لکھتے ہیں کہ:۔

"جہاں تک کسی جانور کے مارنے کا سوال ہے۔ ایڈیٹر ریاست کے ذاتی خیال کے مطابق گائے اور بکری یہاں تک کہ گائے اور ایک مکھی میں کوئی فرق نہیں"۔

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ ذی علم اور سمجھدار اور اپنے مذہب سے واقف سکھوں کے دلوں میں گائے کی عظمت کی کیا حقیقت ہے۔

پھر اکالی اخبار لکھتا ہے۔ کہ:۔ "سکھ دھرم کا کوئی اصول گائے کی عزت اور حفاظت کا نہیں ہے"۔ (بحوالہ انقلاب ۲۱ اگست ۱۹۲۹ء)

اب معاملہ بالکل صاف ہے۔ سکھ صاحبان کے مقدس گرنتھ ان کے بزرگان کرام کا طریق عمل اور سکھ اخبارات ہرگز ہرگز گئو پوجا یا گئو رکھشا کے حامی نہیں ہیں۔ اب ناواقف دیہاتی سکھوں کو یہ غور کرنا چاہیئے کہ ہندوؤں کے کہنے کہانے میں آکر انہیں غلط راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ پڑھے لکھے اور ذی علم سکھ صاحبان کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے دیہاتی ناواقف بھائیوں کو سمجھائیں۔ کہ وہ سکھ گوروؤں کے احترام کی خاطر کسی کے کہنے کہانے پر وہ راہ اختیار نہ کریں۔ جو انہیں سکھ مذہب سے دور پھینک دے۔ اگر پڑھے لکھے سکھ صاحبان خاموشی سے کام لیں گے۔ تو وہ اپنے مذہب کو خود اپنے ہاتھوں نقصان پہنچائیں گے۔ اور اس صورت میں سکھ تمدن اور سکھ مذہب کو وہ

بقیہ ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں سکھوں کا اور سکھوں کی آزادی کے لئے ہندوؤں کا اور ہندوستان کی آزادی کے لئے دونوں کا جو فرض ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شذرات

اسلام یہی کہتا ہے

۱۵ مارچ کو احمد آباد کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے سردار پٹیل نے کہا۔ کہ "اپنی حفاظت ہر شخص کا ابتدائی یا پہلا فرض ہے۔ اگر کسی وجہ سے فرقہ وارانہ فساد ہو جائے۔ تو ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ پولیس کی طرف سے حفاظت کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے"۔ یہی اسلام کی تعلیم ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔ یعنی جو لوگ تم سے لڑتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں ان سے لڑو۔ اور زیادتی نہ کرو۔ بے شک ظالم لوگ اللہ کو نہیں بھاتے۔ یہ کتنا سنہری اصول ہے یعنی جو تم پر حملہ آور ہوں۔ ان کا مقابلہ کرو۔ مگر مقابلہ میں اس بات کا خصوصیت سے خیال رکھو کہ زیادتی نہ ہو۔ یعنی جتنا تمہیں مدمقابل نے نقصان پہنچایا ہے۔ تم بھی اتنا ہی پہنچاؤ۔ اگر لڑائیوں اور جنگوں میں اس سنہری اصول پر عمل کیا جائے۔ تو اول تو لڑائی کی نوبت ہی نہ پہنچے۔ اگر پہنچے بھی تو وہ کبھی شدید صورت اختیار نہ کر سکے گی۔

نواب سر لیاقت حیات خان بہادر

نواب صاحب موصوف بہترین پالیٹیشن اور مدبر واقع ہوئے ہیں۔ ریاست پٹیالہ میں آپ خاصی مدت تک وزیر اعظم رہے ہیں۔ بلاشبہ آپکا یہ وزارت عظمیٰ کا زمانہ سنہری زمانہ رہا ہے۔ کیا مجال کہ کبھی ہندو مسلم میں کوئی شکر رنجی پیدا ہوئی ہو۔ اگر ہوئی بھی۔ تو اسے ایسی خوبصورتی سے پٹا دیا گیا۔ کہ کیا کہنے۔ اب صاحب موصوف بھوپال میں پولیٹیکل ایڈوائزر مقرر ہوئے ہیں۔ بلاشبہ ریاست بھوپال کی یہ خوش قسمتی ہے۔ کہ اسے نواب سر لیاقت حیات خاں جیسا ایک تجربہ کار اور قابل پالیٹیشن جسے سیاسیات میں غیر معمولی ید طولیٰ حاصل ہے۔ میسر آیا ہے۔ میں صمیم قلب سے دعاگو ہوں۔ کہ صاحب موصوف کا زمانہ اس شاندار اسلامی ریاست کے لئے بہت بہت بابرکت ثابت ہو۔

خدا کرے ایسا ہو

۲۳ مارچ کا پرتاب لکھتا ہے۔ کہ "مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ہندو اکثریت یہ سمجھنے کی غلطی نہیں کر سکتی۔ کہ آٹھ نو کروڑ مسلمانوں کے تعاون کے بغیر ملک میں امن قائم رہ سکتا ہے"۔ بات تو درست ہے۔ مگر غالباً ایڈیٹر صاحب پرتاب کو سوامی ستیا دیو کی آج سے دس بارہ سال قبل کی وہ تقریریں بھول گئی ہیں۔ جس میں انہوں نے علانیہ یہ کہا تھا۔ کہ اگر ہمارے باجے کی آواز کو مسلمان برداشت نہیں کر سکتے۔ تو انہیں اپنی مسجدیں شہر سے اٹھا کر باہر لے جانی چاہئیں۔ اسی پر ہی اکتفا نہیں انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ مسلمان بے شک اپنے آپ کو مسلمان کہیں۔ مگر وہ رامائن اور مہابھارت کو اپنی کتابیں سمجھیں۔ اور اپنے نام بھی ہندی نام رکھیں۔ مطلب یہ کہ مسلمان بے شک اپنے آپ کو مسلمان کہیں۔ مگر تمدن ہندوؤں کا قبول کریں۔ اس کے قریب قریب ہی ڈاکٹر مونجے بھی وقتاً فوقتاً اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہے ہیں مہاسبھائیوں کی اس ذہنیت نے ہی مسلمانوں میں پاکستان کا خیال پیدا کیا۔ ورنہ مسلمان تو شروع سے ہی ہندوؤں پر حسن ظنی کرتے چلے آئے ہیں۔

کیا آنیوالا سوراج ایسا ہی ہوگا

۲۴ مارچ کا پرتاب لکھتا ہے۔ کہ۔۔

"نربھے (بے خوف) اور سوتنتر (آزاد) سوراجیہ ہونا چاہیئے۔ اور پورن (کامل) سوراجیہ کی آواز سب سے پہلے سوامی دیانند نے بلند کی"۔ سوامی دیانند نے جو سوراجیہ لوگوں کے سامنے رکھا ہے اس میں آپ نے صاف الفاظ میں یہ کہا ہے۔ کہ سلطنت کے کارکن یعنی وزراء وغیرہ سب ویدوں کے جاننے والے ہونے چاہئیں۔ اسے ہم ہندو راج تو کہہ سکتے ہیں۔ مگر سوراج نہیں۔ ہندوستان کے لئے وہی سوراج بابرکت ہو سکتا ہے۔ جو ہندو اور مسلمانوں کا سانجھا ہو۔ ورنہ سوامی دیانند کا سوراج تو ہندو راج کا دوسرا نام ہے۔ اول تو ہندوستان میں اس کا قائم ہونا ہی مشکل ہے۔ اگر ہو بھی جائے۔ تو اسکی آج بھی خیر نہیں۔ اور کل بھی نہیں۔

پیغام صلح کا غلط نتیجہ

سالانہ جلسہ پر حضرت نے ازراہ نوازش نور کے متعلق کچھ فرمایا۔ اس پر ۱۷ مارچ کے "پیغام صلح" میں ایڈیٹر صاحب نے کچھ لکھا ہے۔ یقیناً انہوں نے حضرت کے ارشاد کا غلط نتیجہ نکالا ہے۔ اس کا تو صاف مطلب یہ تھا کہ حضور ازراہ کرم نور کا تبلیغی معیار بہت بلند دیکھنا چاہتے ہیں۔ باقی حضور نے جو یہ ارشاد فرمایا۔ کہ نور غلط فہمیاں دور کر رہا ہے۔ یہ بھی حضور کی مہربانی کا اظہار ہے۔ ورنہ میں تو اپنے آپ کو اس قابل بھی نہیں سمجھتا۔ اگر میرے ذریعہ اسلام کے متعلق کچھ بھی غلط فہمیاں دور ہو سکیں۔ تو یقیناً میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھوں گا باقی رہا میرے قرآن مجید کے گورمکھی و ہندی تراجم کا معاملہ۔ مجھے کسی مرحلہ پر بھی اس کے اظہار میں باک نہیں۔ کہ یہ سراسر قادیان کی تربیت اور حضور کی دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم

اسلام کیا چاہتا ہے؟

سلسلہ کے نظام کا احترام میں اپنا ضروری فرض سمجھتا ہوں۔ جب بھی مجھے کسی ناظر صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے تو بالعموم میں پہلے تحریری اجازت منگوا لیتا ہوں۔ اور پھر بھی اجازت لیکر ان کے کمرے میں جاتا ہوں۔ موجودہ ناظر صاحبان تو خدا کے کرم و فضل سے ہر طرح لائق فائق ہیں۔ اگر حضرت کسی مٹی کے مادھو کو بھی کوئی عزت بخشیں۔ تو میں اس کا احترام اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ مگر دفتروں سے باہر اگر جب ناظر صاحبان کسی مجلسی تقریب میں شامل ہوں۔ تو وہ ہمارے ایسے ہی بھائی ہیں۔ جیسے کہ دوسرے۔ قریباً آج سے پانچ چھ سال پہلے کی بات ہے۔ کہ میں ہائی سکول کی ایک چائے کی دعوت میں مدعو تھا۔ وہاں لوگوں کے بیٹھنے کے لئے تین درجے تھے۔ ناظر صاحبان کے لئے الگ دیگر کارکنوں کے لئے الگ۔ اور تیسرا درجہ عوام کے لئے تھا۔ واقف کار جانتے ہیں۔ کہ میری طبیعت میں نمائش نہیں۔ میں اپنی مرضی سے ایک غریب غریب بھائی کے ساتھ بھی بیٹھنے میں فخر محسوس کرتا ہوں۔ مگر جب مجھ پر کوئی حلقہ بندی لگائی جائے۔ اور وہ بھی سوشل میٹنگ میں۔ تو میں یہ کیوں برداشت کروں۔ میں نے اسی وقت مولوی محمد دین صاحب ہیڈ ماسٹر کی توجہ کو منعطف کروایا۔ انہوں نے کہا۔ کہ انتظام میں میرا کوئی دخل نہیں۔ میں نے کہا۔ کہ آپ ہیڈ ماسٹر ہیں۔ آپ کی توجہ میں یہ لاکر میں اپنی ذمہ واری سے بری ہو گیا۔ اور یہ کہکر میں وہاں سے اٹھ آیا۔ اس روز کسی وجہ سے یہ تقریب ملتوی کرنی پڑی۔ اور دوسرے روز اس امتیاز کو اڑا دیا گیا۔ جس کے لئے میں نے ہیڈ ماسٹر صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ پچھلے دنوں مجھے پھر ہائی سکول کی ایک مجلسی تقریب میں شامل ہونے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا۔ کہ اب بھی وہ درجہ بندی موجود ہے۔ میں نے حسن ظنی سے کام لیا۔ کہ یہ ایک اتفاقیہ بات ہے اور میں ایک جگہ پر بیٹھ گیا۔ اتفاق سے میرے ساتھ ہی جناب سید ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ بھی بیٹھ گئے جو بعد میں آئے تھے ماسٹر ابراہیم صاحب جونی آئے۔ اور انہیں وہاں سے اٹھا کر ناظر صاحبان کی میز پر لے گئے۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا۔ کہ اتفاقیہ نہیں بلکہ عمداً یہ درجہ بندی رکھی گئی ہے۔ میں اسی وقت اس مجلس سے اٹھ کر چلا آیا۔ یہ امر واقعہ ہے۔ کہ کوئی کسی کی چائے کا بھوکا نہیں۔ بھوکا ہے تو دلی چاء کا۔ اور دلی چاء کا نتیجہ کسی کی ہیٹھی کیوں ہو۔ مجھے وہ اسلام تو اپیل کر سکتا ہے۔ جس کی تعلیم انما المومنون اخوۃ (حجرات ع ۲) ہے۔ مجھے وہ اسلام کبھی بھی اپیل نہیں کر سکتا۔ جس کی تعلیم ایک یا دوسری وجہ سے منوشاستر کی طرف رہنمائی کرتی ہو۔ اگر ہم اپنی برادرانہ مجلسوں میں بھی اس درجہ بندی کو جائز سمجھتے ہیں۔ تو پھر ہمیں کیا حق ہے کہ ہم غیر مسلموں کو یہ دعوت دیں۔ کہ اسلام مساوات اور اخوت کا حامی ہے۔

نور کے ناظرین

نور جس خلوص قلب اور صدق نیت سے غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرض کو ادا کر رہا ہے۔ دوست تو دوست دشمن تک بھی اس کے معترف ہیں۔ ایسے مجاہد پرچہ کی اعانت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرنا یقیناً اپنی مدد آپ کرنے کے مصداق ہے۔ جن دوستوں کا سال ختم ہوتا ہے۔ انہیں اطلاعی کارڈ بھیجے جا رہے ہیں۔ اگر یہ دوست بذریعہ منی آرڈر اپنا چندہ ارسال فرما سکیں۔ تو جہاں ایک طرف دفتر والی پیون کی چکر چک بک بک سے بچے گا۔ وہاں دوستوں کو بھی ۲ کا فائدہ رہے گا ورنہ پھر انتظار کے بعد وی۔ پی ارسال ہوں گے۔ مجھے قوی امید ہے۔ کہ ایسے نازک وقت میں جبکہ کاغذ کی گرانی اپنی انتہائی شدت کو پہنچی ہوئی ہے نہ صرف یہی کہ اپنے وی۔ پی ہی وصول فرمائیں گے۔ بلکہ نور کی توسیع اشاعت میں بھی مربیانہ سعی سے کام لیں گے۔

مکتوب گرامی

جناب ڈاکٹر برکت علی خاں صاحب اپنے ایک نامہ والا نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ :۔

مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کہا جاتا ہے۔ کہ دنیا کے مصلح اعظم رسول اکرمؐ کی پیدائش اسی ماہ کی کسی تاریخ کو ہوئی تھی۔ مسلمان مختلف طریقوں سے اس محسنِ اعظم کی یادگار کو منانے کے لئے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ کوئی عید مناتا ہے۔ کوئی مولود شریف کراتا ہے۔ گو طریقے مختلف ہیں۔ لیکن جذبہ ایک ہی ہے۔ لیکن آپ خدا تعالیٰ کے ان پسندیدہ بندوں میں سے ہیں۔ جن کو صحیح کار کے لئے ہدایت کی گئی ہے۔ اس محسن اعظم کا شکریہ اسکی زندگی اور اس کے کام کی نشر و تبلیغ کرنے سے ہی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یہ عاجز بھی آپ کے کام میں شریک ہونے کا فخر حاصل کرنا چاہتا ہے۔ آج ایک حقیر سی رقم بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت ہے۔ جو برائے نشر و تبلیغ سیرت رسول کریمؐ بزبان ہندی ہے۔ امید کہ آپ یہ رقم قبول فرمائیں گے۔ اور اس مقصد اعلیٰ کے لئے اسکو صرف فرما کر مجھے ممنون و مشکور فرمائیں گے۔ ضمناً عرض ہے کہ آپ میری نسبت جو خیالات رکھتے ہیں۔ ان کا شکریہ یہ آپ جیسے بزرگوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے جو اللہ تعالیٰ مجھ جیسے انسان کو اپنے راستے پر چلنے کی توفیق دیتا ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ لیکن آپ سے عرض ہے کہ میرا نام اخبار میں شائع نہ کیا کریں۔ کیونکہ میرا حقیقی مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ اور اس توفیق کا شکریہ ادا کرنا ہے جو خداوند تعالیٰ مجھے محض اپنے فضل سے بخش رہا ہے۔ آپ دعا کرتے رہیں۔ کہ وہ مجھے مزید توفیق عطا فرمائے۔ اور خاتمہ بالخیر کرے۔ اخبار میں تعریفی مضمون پڑھ کر نفس میں بڑائی کی خواہش پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ اسلئے معافی کا خواستگار ہوں۔ کہ میرا نام شائع نہ فرمایا کریں۔ آپ کی دعائیں کافی ہیں۔ جن کی مجھے اشد ضرورت ہے والسلام ۲۶/۳/۱۲ پندرہ روپے پہنچ گئے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء ہندی سیرت چھپ رہی ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ انشاء اللہ دو ماہ تک پبلک میں آسکے گی۔ کیونکہ آپ کی یہ ہدایت ہے کہ اس روپیہ کو ہندی سیرت پر صرف کیا جائے۔ لہذا چھپنے پر اس روپیہ سے ہندو دوستوں میں اس رقم سے اس سیرت کے نسخے تقسیم کئے جائیں گے۔ اگر آپ جیسے چند باہمت

خطبہ جمعہ

(از حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔ میں متواتر کئی مہینوں بلکہ سالوں سے جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلا رہا ہوں۔ کہ **یہ دن نہایت ہی نازک ہیں**۔ ان کو اپنے عمل میں اصلاح کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی خشیت اپنے دلوں میں پیدا کرنی چاہیئے۔ اور ایک جماعت ہو کر جیسا کہ جماعت ہونے کے فرائض ہیں۔ اپنی زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ جماعت کے ایک حصہ نے میری اس نصیحت پر عمل نہیں کیا۔ جس کا خمیازہ ہمیں بھگتنا پڑ رہا ہے۔ اور اگر اب بھی اصلاح نہ ہوئی۔ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اور کس حد تک خمیازہ بھگتنا پڑے۔

میں نے جماعت کو توجہ دلائی تھی۔ کہ **جنگ کے ایام میں** بعض لوگ وقتی یا ذاتی مخالفتوں کی وجہ سے جنگ کی بری خبروں پر خوشی کا اظہار کیا کرتے ہیں۔ اور یہ امر کئی لحاظ سے نہ صرف دوسروں کے لئے بلکہ خود ان کے لئے بھی مضر ہوتا ہے۔ میں کئی خطبے اس پر پڑھ چکا ہوں۔ اور بہت دفعہ جماعت کو اس طرف توجہ دلا چکا ہوں۔ کہ اگر ہماری جماعت کا یہ فیصلہ ہو۔ کہ ہم کسی رنگ میں بھی جماعتی طور پر حکومت کے کاموں میں دخل نہیں دیں گے۔ اور اس سے کسی قسم کا تعاون نہیں کریں گے۔ تب تو اس قسم کے خیالات ایک حد تک جائز سمجھے جا سکتے ہیں۔ لیکن ایک طرف جماعت اپنی طاقت اور قوت سے بھی بڑھ کر **فوجی کاموں میں حصہ** لے رہی ہو۔ فوجی رنگروٹ دے رہی ہو۔ اور اس کے جگر گوشے اور بھائی لڑائی میں شامل ہوں۔ اور دوسری طرف ایک حصہ ان لوگوں کی طرح جن کے دلوں میں خدا تعالیٰ کا خوف نہیں ہوتا۔ اور جو خدا تعالیٰ کے غضب کے وقت میں بھی ٹھٹھا نہیں جانتے۔ ایسی خبروں پر جن میں گورنمنٹ کی کسی شکست کا ذکر ہو بے پرواہی ظاہر کرے۔ یا دل میں خوشی محسوس کرے۔ تو اس کے سوائے اس کے اور کیا معنے ہو سکتے ہیں۔ کہ اپنے بھائیوں کی **تباہی اور بربادی پر خوشی** ظاہر کی جاتی ہے۔ ابھی میرے سفر کے دوران میں ملایا اور رنگون اور سماٹرا اور جاوا کی لڑائیوں نے نہایت تکلیف دہ شکل اختیار کر لی ہے۔ میں ایسے لوگوں سے خواہ وہ کتنے ہی تھوڑے ہوں۔ پوچھتا ہوں۔ کہ کیا اب وہ ان سینکڑوں احمدیوں اور درجن کے قریب مبلغوں کی قید پر خوش ہیں۔ جو ان علاقوں میں رہتے تھے ملایا کی فوجوں میں بڑے اور چھوٹے افسر اور سپاہی وغیرہ ملا کر سینکڑوں احمدی تھے۔ اور اب وہ سارے ہی قید ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ زندہ ہیں یا مر گئے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ انہیں تکلیفیں دی جا رہی ہیں یا نہیں دی جا رہیں۔ اور اگر نہیں دی جا رہیں۔ تو بھی قید بہر حال قید ہے۔ ہمارا ایک مبلغ سنگاپور میں تھا۔ اور ہمارے آٹھ نو مبلغ سماٹرا اور جاوا میں تھے۔ ان سب کے متعلق اب جب تک **جنگ کا خاتمہ** نہ ہو جائے۔ ہمیں کچھ علم نہیں ہو سکتا۔ کہ ان کا کیا حال ہے۔ حالانکہ وہ ان ممالک میں ہمارا فرض ادا کر رہے تھے۔ جب کوئی شخص اپنے وطن اور اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر تبلیغ کے لئے جاتا ہے۔ تو درحقیقت وہ **ہمارا فرض** ادا کرنے کے لئے جاتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ ویسی ہی میرے اور تمہارے ذمہ ہے۔ جیسے اس کے ذمے۔ مگر اس نے ہمارے بوجھ کو آپ اٹھا لیا۔ اور ہمارے کام کو پورا کرنے کے لئے اس نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا۔ اور اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر غیر ملک میں تبلیغ اسلام کے لئے چلا گیا۔ یا اگر اس ملک کا ہی باشندہ تھا۔ تب بھی اس نے مبلغ ہو کر ہزاروں لاکھوں کی دشمنیاں مول لے لیں۔ اگر وہ جماعت کا ایک عام فرد ہوتا۔ تو اسکی زیادہ دشمنی نہ ہوتی۔ مگر چونکہ وہ مبلغ بن گیا۔ اس لئے مبلغ ہونے کی وجہ سے سب لوگوں نے اس کو اپنی مخالفت کا مرکز بنا لیا۔

پس جو مبلغ وہاں کے رہنے والے ہیں۔ وہ بھی ہمارا ہی فرض ادا کرتے ہیں۔ جیسے **سماٹرا اور جاوا میں ہمارے کئی مبلغ** ایسے ہیں جو وہاں کے ہی رہنے والے ہیں۔ وہ پہلے یہاں پڑھنے کے لئے آئے۔ اور جب تعلیم حاصل کر کے اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔ تو بعض کو ہم نے مبلغ مقرر کر دیا۔ اور بعض کو وہاں کی جماعتوں نے مبلغ مقرر کر دیا۔ ان لوگوں نے جماعت کی خاطر۔ اور ہم میں سے ہر ایک کی خاطر اپنے آپ کو آگ کے سامنے کھڑا کر دیا۔ تاکہ خدا کے سامنے ہم بری ہو جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کہے۔ کہ اس جماعت نے تبلیغ کے کام کو جاری رکھا تھا۔ اگر وہ لوگ اپنے آپ کو تبلیغ کے لئے پیش نہ کرتے۔ اگر وہ لوگ اپنا وطن چھوڑ کر غیر ممالک میں تبلیغ کے لئے نہ جاتے۔ اگر وہ لوگ اپنی بیوی اور اپنے بچوں کی قربانی نہ کرتے۔ یا اگر وہ لوگ اپنے آپ کو تبلیغ کے لئے پیش کر کے دنیا کی دشمنی مول نہ لیتے۔ تو خدا تعالیٰ کے حضور وہی مجرم نہ ہوتے۔ بلکہ ہم بھی ہوتے اور خدا تعالیٰ کہتا۔ کہ جماعتی طور پر تم نے تبلیغ میں کوتاہی سے کام لیا ہے۔ مگر ان کے تبلیغ پر چلے جانے کی وجہ سے وہی بری الذمہ نہیں ہو گئے۔ بلکہ ہم بھی بری الذمہ ہو گئے ہیں۔ اور اس تبلیغ کا ثواب صرف انہیں ہی نہیں ملتا۔ بلکہ ہمیں بھی ملتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ سمجھتا ہے۔ کہ تمام جماعت تبلیغ کا فرض ادا کر رہی ہے۔ گویا جب خدا کے حضور

[illegible] خوار کا نام اخبار میں درج نہ ہو۔ آئندہ آپ کے ارشاد کی تعمیل کی پوری پوری کوشش کی جائیگی۔ مگر جب اس کار خیر کے لئے آدمی [illegible] تو ہندوستان میں تبلیغ کا اہم سوال بہت ہی [illegible]

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خوشنودی کا وقت آیا۔ تو تم آگے بڑھے۔ اور تم نے کہا۔ کہ خدایا یہ ہمارا بھائی تھا۔ اور خدا نے تمہارے اس عذر کو قبول کر لیا۔ اور اس نے فیصلہ کیا۔ کہ جس جس جگہ مبلغ گیا ہے۔ اس جگہ کے متعلق یہ نہیں سمجھا جائے گا۔ کہ وہاں صرف ایک مبلغ گیا ہے۔ بلکہ یہ سمجھا جائے گا۔ کہ وہاں ساری جماعت گئی ہے۔ اور صرف اسے ہی ثواب نہیں ملیگا۔ بلکہ ساری جماعت کو تبلیغ کا ثواب دیا جائیگا۔ لیکن جب وہ مبلغ مصیبتوں میں مبتلا ہوئے۔ قید و بند کی تکلیفوں میں ڈالے گئے۔ اور انہیں جانی اور مالی نقصان پہنچا۔ تو اگر ان مصیبتوں میں تمہاری بھی کسی بے پروائی کا دخل ہوا۔ تو تم کس طرح سمجھ سکتے ہو۔ کہ انعام کے لئے تو ان مبلغوں کے ساتھ تمہارا نام لکھ دیا جائے گا۔ مگر سزا کے لئے تمہارا نام نہیں لکھا جائے گا۔ یا تو تمہیں یہ پوزیشن قبول کرنی چاہیئے کہ ہم خدا کے مجرم ہیں۔ ہم نے تبلیغ نہیں کی۔ اور اگر تم اس پوزیشن کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور تم سمجھتے ہو۔ کہ جب کوئی مبلغ تبلیغ کرتا ہے۔ تو درحقیقت وہ تمہارا کام کرتا ہے۔ اور تم اس کے ثواب میں شریک ہو۔ تو تمہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ جب وہ مبلغ تمہاری کسی غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے قید و بند کی تکالیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور اس طرح تبلیغ کے راستہ میں روک پیدا ہو جاتی ہے۔ تو سزا کے بھی تم ہی مستحق ہو۔ اسی طرح وہ تمام لوگ جو انگریزوں کی شکست پر خوشی کا اظہار کیا کرتے تھے اور کہتے تھے۔ کہ اچھا ہوا۔ انگریزوں کو خوب سزا مل رہی ہے۔ میں کسی طرح مان لوں۔ کہ وہ **دعاؤں میں ہمارے ساتھ شریک** ہوا کرتے تھے۔ یقیناً وہ دعاؤں میں شریک نہیں ہوا کرتے تھے۔ اور یقیناً وہ دعاؤں میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ اور اگر وہ دعا کرتے بھی تھے۔ تو منافقت سے کام لیتے تھے۔ اور یقیناً خدا ان کی دعا ان کے منہ پر مارتا ہوگا۔ کہ ادھر تو تم انگریزوں کی شکست پر خوش ہوتے ہو۔ اور ادھر کہتے ہو۔ کہ تمہارے مبلغ اور جماعت کے دوسرے افراد بچ جائیں۔ پس ان تمام احمدیوں کی تکلیف کا موجب درحقیقت وہی لوگ ہیں۔ جنہوں نے دعاؤں میں کوتاہی سے کام لیا۔ فرض کرو۔ خدا نے سو آدمیوں کی متفقہ دعا قبول کرنی تھی۔ جن میں سے نوّے آدمیوں نے تو دعا کی۔ مگر دس نے غفلت کی۔ ما[illegible]لت میں دعا کی۔ جبکہ ان کا دل اس دعا کے خلاف تھا۔ تو ایسی حالت میں سو آدمیوں کی دعا سے جو نتیجہ نکلنا چاہیئے تھا۔ وہ نہیں نکلے گا۔ اور محض دس آدمیوں کی غفلت کی وجہ سے سب لوگ تکلیف میں مبتلا ہو جائیں گے۔ آخر تم یہ کس طرح کہہ سکتے ہو۔ کہ آگ تو جلے۔ مگر تم اس آگ میں نہ جلو۔ یہ عقل کے بالکل خلاف ہے۔ اگر آگ لگے گی۔ تو تم کو بھی لگے گی۔ اور اگر دنیا میں تباہی و بربادی آئے گی۔ تو وہ تباہی و بربادی تم پر بھی اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہے گی۔ یہ **خدا کا قانون** نہیں ہے۔ کہ عام عذاب کے وقت چن چن کر کسی جماعت کے تمام افراد کو بچا لے۔ پس میں سمجھتا ہوں۔ کہ وہ تمام لوگ جو ایسے مواقع پر خوشی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ یا عدم دلچسپی ظاہر کیا کرتے تھے۔ ان مشکلات اور تباہیوں کی وجہ سے جو ہماری جماعت کے سینکڑوں آدمیوں اور مبلغوں پر بھی اثر انداز ہوئی ہیں۔ خدا کے سامنے مجرم ہیں۔ اور ان کی قیدوں اور تکلیفوں کے وہی لوگ ذمہ وار ہیں۔

اب میں پھر جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ یہ **فتنہ ہندوستان کے اور زیادہ قریب** پہنچ گیا ہے پہلے صرف وہی مبلغ اسکی زد میں تھے۔ جو باہر گئے ہوئے تھے۔ اور پہلے صرف وہی سپاہی اسکی زد میں تھے۔ جو ہندوستان سے باہر تھے۔ مگر اب تم میں سے ہر شخص اسکی زد میں ہے۔ جو حکومت کسی جگہ دیر سے قائم ہوتی ہے۔ وہ بھی بعض دفعہ سختی کرتی ہے۔ جیسے آج کل لوگوں کو شکوہ ہے۔ کہ حکومت **فوجیوں کے لئے غلّہ** ہندوستان سے باہر لے گئی ہے۔ حالانکہ باہر جانے والے سپاہی ہمارے ہی آدمی ہیں۔ اگر وہ ہمارے ملک میں ہوتے۔ تو کیا وہ غلّہ نہ کھاتے۔ اگر وہ یہاں ہوتے۔ تو انہوں نے یہاں بھی غلّہ استعمال کرنا تھا۔ پس میں نہیں سمجھتا۔ کہ ان کے لئے غلّہ لے جانا ہمارے لئے مضر کس طرح ہو گیا۔ کئی لاکھ سپاہی اس وقت ہندوستان سے باہر ہیں۔ اگر وہ باہر نہ ہوتے۔ تو یہاں بھی انہیں غلہ کی ضرورت پیش آتی۔ اور اس صورت میں بھی گندم ان کے لئے اتنی ہی خرچ ہوتی۔ جتنی اب ان کے لئے بھوائی گئی ہے۔ لیکن بہرحال وہ حکومت جو دیر سے قائم ہوتی ہے۔ ایسے معاملات میں عموماً احتیاط سے کام لیتی ہے۔ مگر نئی **حکومتیں** اس بات کی کوئی پروا نہیں کرتیں۔ ان کے مدنظر صرف ایک ہی بات ہوتی ہے۔ اور وہ یہ کہ ان کے آدمیوں اور ان کے ملک کو فائدہ پہنچے۔ وہ یہ نہیں دیکھتے۔ کہ مفتوح ملک کے لوگوں کا کیا حال ہے۔ بلکہ وہ اپنے آرام اور اپنی آسائش اور اپنے ملک کے لوگوں کی ترقی کا خیال رکھتے ہیں۔ اور جو کچھ انہیں ملتا ہے۔ لوٹ لیتے ہیں۔ ان حالات کے نتیجہ میں جو تکلیف نئی آنے والی حکومت سے پہنچتی ہے۔ وہ پرانی قائم شدہ حکومت سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ پھر **لڑائی میں گولہ باری** ہوتی ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو۔ اگر ہمارے ملک میں بھی لڑائی آجائے تو شہروں اور دیہات کی وجہ سے حکومت توپیں چلانا چھوڑ دے گی۔ ایسے موقعہ پر یہ قطعاً نہیں دیکھا جاتا۔ کہ گولوں کی زد میں کوئی شہر آرہا ہے یا گاؤں۔ اصل مقصد سامنے یہ رکھا جاتا ہے۔ کہ لڑائی میں فتح ہو۔ اور اگر فوجی ضرورت کے باوجود گولہ باری نہ کی جائے۔ تو یہ بہت بڑی غداری ہوتی ہے۔ **دہلی کی بادشاہت** کا تختہ الٹنے میں بہت بڑا دخل اسی غداری کا تھا۔ شاہی قلعہ میں ایک ایسی جگہ توپ لگی ہوئی تھی۔ جس کی زد عین انگریزی فوج پر پڑتی تھی۔ مگر انگریزی جرنیل بڑا ہوشیار تھا۔ اس نے فوراً بادشاہ کی بیگم کو رشوت دی اور اسے کہلا بھیجا۔ کہ تمہارے بیٹے کو بادشاہ بنا دیا جائے گا۔ تم کسی طرح توپ چلنے دو۔ بادشاہ کو وہ بیوی بڑی پیاری تھی۔ جب سپاہیوں نے زور دیا کہ قلعہ شاہی سے توپ چلائی جائے۔ ورنہ فتح کی کوئی امید نہیں۔ تو اس نے توپ چلانے کی اجازت دے دی۔ مگر ابھی ایک گولہ ہی چلا تھا۔ کہ بیگم نے اپنا دل پکڑ لیا۔ اور شور مچانے لگ گئی۔ کہ ہائے میں مر گئی۔ ہائے میں مر گئی۔ آخر مجبوراً بادشاہ کو حکم دینا پڑا۔ کہ توپ نہ چلائی جائے نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بادشاہ قید ہو گیا۔ شہزادے قتل ہو گئے۔ اور جس لڑکے کے متعلق کہا گیا تھا۔ کہ اسے بادشاہ بنا دیا جائیگا۔ وہ بھی مارا گیا۔ یا قید ہو گیا۔ تو جس وقت لڑائی ہوتی ہے۔ اس وقت یہ نہیں دیکھا جاتا۔ کہ کسی کو کیا تکلیف ہوتی ہے۔ بلکہ اس وقت **جرنیلوں کا فرض** ہوتا ہے۔ کہ کسی بات کی پروا نہ کریں۔ اور اگر گاؤں درمیان میں آجائیں۔ تو انہیں بھی تباہ ہونے دیں۔ اس وقت اس گاؤں یا شہر کو بچانا کسی حکومت کے ذمہ نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ تو انگریزی حکومت ہے۔ اگر اسلامی حکومت ہو۔ تب بھی ہم اس سے یہ امید نہیں کر سکتے۔ کہ وہ گاؤں کو بچانے کا فکر کریگی۔ اور **فوجی ضروریات** کو مقدم نہیں رکھے گی۔ ایسی حالت میں بے شک اگر کوئی گاؤں اڑتا ہے۔ تو اڑ جائے۔ جلتا ہے تو جل جائے۔ اسکی پروا انہیں کی جائیگی۔ پس حالات **نہایت ہی نازک صورت** اختیار کر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمیں بہت زیادہ دعائیں کرنی چاہئیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان فتنوں کو دور کرے۔ اور دنیا کو اس عذاب سے نجات دے۔ اگر تم اپنے بھائیوں کی قید کی تکلیف کو اب دور نہیں کر سکتے۔ اور اپنی غفلت سے تم نے پہلے وقت کو ضائع کر دیا ہے۔ تو اب مزید لوگوں کو تکلیف سے بچانے کے لئے **دعاؤں میں لگ جاؤ**۔ تا اللہ تعالیٰ ہمارے پچھلے گناہ معاف کرے اور آئندہ ہمارے بھائیوں اور بہنوں کی حفاظت فرمائے۔ اس وقت ہماری جماعت کے **ہزاروں آدمی فوج میں** شامل ہیں۔ اور کچھ ایسے ہیں جو ابھی کام سیکھ رہے ہیں۔ اگر ان ہزاروں احمدیوں کا بھی کسی شخص کے دل میں درد نہیں ہے۔ تو میں ہرگز نہیں سمجھ سکتا۔ کہ وہ سچا احمدی ہے۔ سچا احمدی وہ ہے۔ جو ایک چھوٹے سے چھوٹے احمدی کی تکلیف کو بھی اسی طرح محسوس کرے۔ کہ گویا اسکی ساری اولاد ذبح کر دی گئی ہے۔ جب تک اپنے بھائیوں کے متعلق ہمارے دلوں میں ایسا درد پیدا نہ ہو۔ اس وقت تک ہم ہرگز سچے احمدی نہیں کہلا سکتے۔

دوسری بات جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ یہ ہے۔ کہ جلسہ [illegible]

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے موقعہ پر میں نے جماعت کے دوستوں سے کہا تھا۔ کہ جنگ کا ایک **خطرناک اثر** یہ ہوتا ہے۔ کہ ملک میں قحط پڑ جاتا ہے۔ اور میں نے کہا تھا کہ جہاں تک ہو سکے ہر زمیندار کو غلہ محفوظ رکھنا چاہیئے۔ تاکہ اگر تکلیف کا وقت آئے۔ تو ہم نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے ہمسایوں کے لئے بھی روٹی کا انتظام کر سکیں۔ اسی وقت میری تقریر میں قادیان کے لوگ بھی بیٹھے تھے۔ اور باہر کی جماعتوں کے دوست بھی موجود تھے۔ مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ لوگوں نے میری اس بات کی طرف توجہ نہ کی۔ چنانچہ اب جو مجھے رپورٹیں پہنچی ہیں۔ اور پہنچ رہی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سینکڑوں آدمی ایسے ہیں۔ جو روزانہ روٹی کے لئے **غلہ کے محتاج** ہیں مجھے اطلاعیں ملی ہیں۔ کہ بیسیوں آدمیوں کو گذشتہ دنوں باوجود اس بات کے کہ ان کے پاس پیسے تھے۔ غلہ نہ ملا۔ اور انہیں فاقہ کرنا پڑا۔ مجھے بعض روٹیاں دکھائی گئی ہیں۔ جو میرے نزدیک جانوروں کے بھی کھانے کے قابل نہیں۔ مگر لوگ ان ایام میں وہ کھاتے رہے۔

میں نے آج سے دو مہینے پہلے (کیونکہ سفر پر جانے سے پندرہ بیس دن پہلے کی یہ بات ہے) بعض دوستوں کو جو آسودہ حال تھے۔ کہلا بھیجا تھا کہ **غلہ خرید لو** کیونکہ ملک میں قحط کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اور میری غرض اس سے یہ تھی۔ کہ اگر وہ غلہ خرید لیں گے۔ تو مصیبت کے وقت وہ غربا کو غلہ بیچنے والے نہیں بنیں گے۔ مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ قریباً سارروں نے جواب دے دیا۔ اور کسی نے بھی غلہ نہ خریدا۔ کسی نے تو یہ جواب دیا۔ کہ ہمیں ضرورت ہی نہیں کسی نے یہ جواب دیا۔ کہ ضرورت ہوئی۔ تو خرید لیا جائے گا۔ اور کسی نے یہ جواب دیا۔ کہ ہمارا تو توکل پر گذارہ ہے۔ مگر اب وہ توکل پر گزارہ کرنے والے بھی امور عامہ میں عرضیاں لے لے کر آتے ہیں۔ کہ ہمارے لئے آٹے کا انتظام کیا جائے۔ اگر انہوں نے اس وقت میری بات کو مان لیا ہوتا۔ تو آج ان کی یہ حالت کیوں ہوتی۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ جماعت کے دوستوں میں ابھی تک **اطاعت کا کامل مادہ** پیدا نہیں ہوا۔ کیا تم سمجھتے ہو۔ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ رضؓ کو ایسا حکم دیا جاتا۔ تو وہ اس میں کوتاہی کرتے۔ میں تو سمجھتا ہوں۔ اگر انہیں دس دس من گندم خریدنے کے لئے کہا جاتا۔ تو وہ بیس بیس من خرید لیتے اگر میری تحریک پر جماعت کے ان دوستوں نے گندم خرید لی ہوتی۔ تو اب انہیں نیکی کی کتنی توفیق مل جاتی۔ اور کس طرح نہ صرف وہ اپنا **گزارہ** کر سکتے۔ بلکہ دوسرے غربا کی بھی مدد کر سکتے۔ مگر اب تو ان کی یہ حالت ہے۔ کہ جو غلہ ہم غریبوں کے لئے لاتے ہیں اس میں بھی وہ شریک ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح بجائے ان کی مدد کرنے کے الٹا ہمارے حصہ کو بھی چھین رہے ہیں۔ یہ اسی غفلت کا نتیجہ ہے جو دوستوں سے سرزد ہوئی۔ حالانکہ میں نے یہ تحریک ایک خواب کی بنا پر کی تھی۔ جو ایک عورت نے مجھے سنایا۔ اور جس کو سنتے ہی میں نے یقین کر لیا تھا۔ کہ یہ **خدائی خواب** ہے۔ اس عورت نے سنایا۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ دو ہزار من کا غلہ خرید لو۔ یا یہ کہ دو ہزار من غلہ خرید لو۔ کیونکہ قحط پڑنے والا ہے۔ میں نے یہ رؤیا سنتے ہی سمجھ لیا۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ چنانچہ میں نے ایک آدمی مقرر کیا۔ اور خاص طور پر ان لوگوں کو تحریک کی۔ جو غلہ خریدنے کی توفیق رکھتے تھے۔ مگر جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ ان میں سے ایک نے بھی غلہ نہیں خریدا۔ اب ہم اس کے ازالہ کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ آج ہی میں نے صدر انجمن احمدیہ کو **پانچ ہزار روپیہ کے خرچ کی اجازت** دی ہے۔ تاکہ اس سے غلہ خرید کر لوگوں کو مہیا کیا جائے۔ اور گو صدر انجمن احمدیہ مول ہی دے گی۔ مگر وہ غلہ اسی صورت میں جمع کر سکتی ہے۔ جب اس کے خریدنے کے لئے روپیہ پاس ہو۔ اور غلہ بھی میسر آجائے ابھی نئی فصل کے نکلنے میں قریباً ڈیڑھ ماہ باقی ہے۔ اور **قادیان کا خرچ سو من روزانہ** ہے۔ گویا ہمیں قادیان کے لئے پانچ ہزار من غلہ کی ضرورت ہے۔ لیکن آج کل اس قسم کے حالات پیدا ہو چکے ہیں۔ کہ ۲۵-۳۰ من غلہ لینا ہو۔ تب بھی بڑی مشکل پیش آتی ہے میں اس امر کی بھی تحقیقات کر رہا ہوں۔ کہ اگر **بیرونی صوبوں سے غلہ لانے کی اجازت** ہو۔ تو سندھ سے غلہ لانے کا انتظام کیا جائے۔ کیونکہ سندھ میں غلہ کچھ پہلے پک جاتا ہے۔ مگر ابھی مجھے یقینی طور پر معلوم نہیں۔ کہ گورنمنٹ کی طرف سے اسکی اجازت ہے یا نہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ وہاں سے غلہ لانے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن جب غلہ ملتا ہی نہ ہو۔ تو اس وقت قیمت کے تھوڑے یا بہت ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہاں سے اگر ہم غلہ لائیں۔ تو قریباً چھ روپے چار آنے من پڑے گا۔ یعنی روپے کا ساڑھے چھ سیر۔ گورنمنٹ کا بھاؤ آٹھ سیر ہے۔ ہم اس بات کے لئے بھی تیار ہیں۔ کہ اس نقصان کو خود برداشت کر لیں۔ اور اگر اجازت ہو۔ تو وہیں سے غلہ منگوا لیا جائے۔ مگر ابھی مجھے معلوم نہیں کہ گورنمنٹ کی طرف سے اسکی اجازت ہے یا نہیں۔ احتیاطاً میں وہاں کی جماعت کے دوستوں کو ہدایت دے آیا ہوں۔ کہ وہ غلہ کو جمع کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ اگر اجازت ہو۔ تو وہاں سے غلہ منگوایا جا سکے مجھے یہ بھی افسوس ہے۔ کہ میں نے صاحب استطاعت لوگوں پر کیوں انحصار کیا اگر میں **عام اعلان** کر دیتا۔ تو شاید غربا ہی دو دو من گندم خرید لیتے۔ اور اس طرح عام تکلیف سے بچ جاتے۔ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جن پر عمل کرنے میں غربا کو زیادہ توفیق مل جاتی ہے۔ اور امرا کو نہیں ملتی۔ پس شاید یہ میری ہی غلطی تھی۔ کہ میں نے چند آدمیوں پر انحصار کیا۔ اور جماعت میں عام اعلان نہ کر دیا۔ بہرحال یہ دن بہت نازک ہیں۔ ان ایام میں زیادہ سے زیادہ دوسروں کی ہمدردی کرنی چاہیئے۔ اب بھی میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اسے اپنی غذا کو بدلنے کی کوشش کر لینی چاہیئے۔ جنگ کے دنوں میں تو بعض دفعہ چھ چھ سات سات وقت کا بھی فاقہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے مناسب یہی ہے۔ کہ جماعت کے دوست ابھی سے اپنی غذا کو بدل دیں۔ گندم نہیں ملتی۔ تو جو پر گذارہ کریں۔ جو نہیں ملتے تو مکی پر گزارہ کریں۔ اور جن کو چاول میسر ہوں۔ وہ چاولوں پر گزارہ کریں۔ خصوصاً آسودہ حال لوگ اگر ان دنوں چاول کھانے کی عادت ڈال لیں۔ تو یہ غربا کی امداد ہو گی۔ ڈیڑھ مہینہ تک اگر وہ ایک وقت چاول کھانے کی عادت ڈال لیں۔ تو ان کی صحت کو بھی کوئی ایسا نقصان نہیں ہوگا۔ اور گندم کی کمائی میں بھی کمی آجائے گی۔ اور غربا کو کھانے کے لئے غلہ مل جائیگا اسی طرح جو لوگ مکی کھا سکتے ہیں۔ وہ مکی پر گزارہ کرنے کی کوشش کریں۔ گندم مل سکے۔ تو بڑی اچھی بات ہے۔ مگر میں نے جو گندم کا نمونہ دیکھا ہے وہ قطعاً انسانی خوراک بننے کے قابل نہیں۔ جو کے برابر اس کا قد تھا۔ اور رنگ ایسا تھا۔ جیسے سیاہ گرُہ ہوتا ہے۔ ایسے غلہ سے بھلا طاقت کیا آنی ہے۔ اور لوگوں کی صحتوں پر اس نے کیا مفید اثر ڈالنا ہے۔

چونکہ اس وقت زمیندار دوست بھی بہت سے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اس لئے ان کو بھی میں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اگلی فصل پر وہ اپنی ضرورت **سے زیادہ غلہ محفوظ رکھیں** اور سوائے اشد ضرورت کے روپیہ کی صورت میں غلہ بدلنے کی کوشش نہ کریں۔ غالباً یہ سال یعنی ۱۹۱۲ء مشکلات کا آخری سال معلوم ہوتا ہے۔ ۱۹۱۳ء کے آخر یا ۱۹۱۴ء کے شروع میں حالات ایسا پلٹا ضرور کھا جائینگے۔ کہ دنیا کو پتہ لگ جائیگا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ اس لئے اس سال خصوصیت کے ساتھ **ہر کام جماعتی رنگ** میں ادا کرو۔ اور اگر پہلے غلطی سے تم اپنے آپ کو صحیح طور پر جماعت کا فرد ثابت نہیں کر سکے۔ تو اب اس غلطی کا ازالہ کرنے کی کوشش کرو۔ اور مصیبت کے وقت نفسی نفسی والی صورت اختیار نہ کرو۔ کہ اس طرح انسان جماعتی رنگ میں دوسرے کی امداد کا مستحق نہیں رہتا۔ قرآن کریم نے یہ **منافقوں کی علامت** بیان کی ہے کہ جب مسلمان جنگ کے لئے جاتے تھے تو کہتے تھے۔ ہم اپنے آپ کو مصیبت میں کیوں ڈالیں۔ مگر جب وہ فتح کے بعد غنیمت کے اموال لے کر واپس آتے تھے تو منافق ان کے پاس دوڑتے ہوئے جاتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ ہم بھی

مشکلات

اخباری کاغذ کے متعلق شدید مشکلات کا آپ صرف اس سے ہی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ اس کے لئے مجھے خود لاہور جانا پڑا۔ اور پھر بھی بہت ہی کم مقدار میں کاغذ مل سکا۔ باوجود ان مشکلات کے پھر بھی گورنمنٹ کے حکم سے باقاعدہ وقت پر شائع ہو رہا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ناظرین کا بھی کچھ فرض ہے۔ وہ خود ہی غور کریں۔ کہ وہ اپنے اس فرض کو کہاں تک پورا کر رہے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تمہارے بھائی ہیں۔ ہمیں بھی مالِ غنیمت میں سے حصہ ملنا چاہیئے۔ پس یہ منافق کی علامت ہے کہ وہ سکھ اور آرام کے وقت تو جماعت کے ساتھ شامل رہتا ہے۔ مگر تکلیف کے دنوں میں اپنے آپ کو جماعت کا فرد نہیں سمجھتا۔ تمہیں چاہیئے کہ تم **تکلیف کے دنوں میں جماعت کے فرد بنو**۔ تا راحت کے دنوں میں خدا تمہیں ان نعمتوں سے حصہ دے۔ جو خدا نے جماعت کے لئے مقدر کی ہوئی ہیں۔ مجھے یہ بات بھی بڑے افسوس سے معلوم ہوئی ہے۔ کہ **بعض احمدی دوکانداروں نے** ان دنوں غلّے چھپا لئے تھے۔ میں اس بات کی تحقیقات کروں گا۔ اور اگر کسی دوکاندار کے متعلق یہ بات ثابت ہوئی۔ کہ اس نے غلّہ چھپا رکھا تھا۔ جو انسانیت اور قانون دونوں لحاظ سے نہایت ہی شرمناک امر ہے۔ تو اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس قسم کا آدمی ہماری جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں ہوگی۔ کہ نام کے لحاظ سے وہ احمدی کہلاتا ہے۔ کیونکہ ہمیں اس قسم کے نام کے احمدیوں کی ضرورت نہیں۔ پس ہر وہ دوکاندار جس کے متعلق یہ بات ثابت ہوگئی۔ اسکی سزا یہی ہوگی۔ کہ اسے **جماعت سے خارج** کر دیا جائیگا۔ اگر تم لوگوں کی مصیبت کے وقت بھی اپنا فائدہ سوچتے ہو۔ تو ہمیں کیا ضرورت ہے۔ کہ لوگوں کو ہدایت دیں۔ کہ وہ دوسروں سے سودا نہ خریدیں۔ صرف تم سے سودا خریدیں۔ میری خلافت کے ایام میں سے ۲۲ سال سے یہاں کے دوکاندار فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور ہر احمدی کو مجبور کیا جاتا ہے۔ کہ خواہ اسے مہنگا سودا ملے۔ وہ احمدی دوکاندار سے ہی لے۔ دوسروں سے نہ لے۔ پس کیا یہ قابلِ شرم بات نہیں۔ کہ جب لوگوں کی تکلیف کا وقت آیا۔ تو انہوں نے غلّے کے ذخیروں کو چھپا لیا۔ ۲۲ سال تک جماعت کے لوگ ان سے سودا خریدتے رہے۔ اور انہیں آنہ دو آنے زیادہ دیتے رہے محض اسلئے کہ وہ احمدی ہیں۔ انہیں ہندو کی سے سستا سودا مل سکتا تھا۔ مگر انہوں نے نہ لیا۔ اور یہی کہا۔ کہ ہم احمدی دوکاندار سے سودا لیں گے۔ پس ۲۲ سال انہوں نے احمدی لوگوں سے فائدہ اٹھایا۔ مگر جب ایک سال ان پر تنگی کا آیا۔ تو ان میں سے بعض نے غلّہ دبا لیا۔ اسی قسم کا انسان میرے نزدیک ہرگز احمدی نہیں کہلا سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جب تک مجھ کو توفیق دی۔ ایسے آدمی جماعت کے ساتھ ہرگز نہیں رہینگے میرے نزدیک تو **اس قسم کا انسان** انسان کہلانے کا بھی مستحق نہیں۔ کجا یہ کہ اسے احمدی سمجھا جائے۔ یہ دن تو ایسے خطرہ کے ہیں۔ کہ جن کے پاس تھوڑا بہت غلّہ ہے۔ انہیں بھی لے آنا چاہیئے تھا۔ اور کہنا چاہیئے تھا۔ کہ آؤ ہم سارے مل جائیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اس قسم کے واقعات نظر آتے ہیں۔ ایک موقعہ پر کھانے کی کمی ہوگئی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ جسکے پاس جو کچھ ہے لے آئے۔ چنانچہ جس کے پاس جو کچھ تھا لے آیا۔ اور آپ نے سب میں برابر بانٹ دیا۔ میرے نزدیک ہم جماعت سے **اکٹھے** فرد کبھی کہلا ہی نہیں سکتے۔ جب تک **زندگی اور موت میں ہم سب** نہ ہوں۔ آرام کی حالت میں بے شک مختلف اموال مختلف افراد کی ملکیت ہوتے ہیں۔ کچھ مال زید کا ہوتا ہے۔ کچھ بکر کا ہوتا ہے۔ کچھ خالد کا ہوتا ہے۔ مگر مصیبت کے وقت **سارا مال قوم کا** ہوتا ہے۔ اور لوگوں کا فرض ہوتا ہے۔ کہ سب اکٹھے ہو کر کھائیں۔ پھر چاہے ذخیرہ ختم ہو جانے کے بعد سارے ہی مر جائیں۔ پس اگر کسی دوکاندار نے ایسا کیا ہے۔ تو ہم پورا زور لگا کر اسکی تحقیقات کریں گے۔ اور اسے جماعت میں نہیں رہنے دیں گے۔ اسی طرح ایسے شخص کو قادیان میں بھی رہنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ہاں اگر وہ مرتد ہو کر احراریوں سے مل جائے تو اور بات ہے۔ جماعتی فرد ہونے کے لحاظ سے وہ قادیان میں نہیں رہ سکے گا۔ میں **باہر کی جماعتوں کو** اس امر کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں کہ جیسا کہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر میں نے کہا تھا۔ خطرات کے وقت دوستوں کو مرکز میں جمع ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ میں نے کہا تھا۔ کہ جو دوست قادیان آسکیں۔ وہ قادیان آجائیں۔ اور جو نہ آسکیں۔ وہ ضلع کے کسی مقام پر جہاں جماعت زیادہ ہو۔ یا جہاں احمدی مالک ہوں جمع ہو جائیں۔ میری اس تحریک پر بعض اضلاع کی جماعتوں نے **اپنے اپنے حلقوں میں مرکز** تجویز کرنے کا انتظام کر لیا ہے۔ مگر جہاں مرکز نہ بن سکے۔ وہاں کے دوستوں کو قادیان آنے کی کوشش کرنی چاہیئے اس وقت قادیان میں کئی لوگوں نے اپنی بیویوں اور بچوں کو بھیج دیا ہے اور کئی بھیجنے والے ہیں۔ ان سب کی خبر گیری کرنا اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا ہماری جماعت کا فرض ہے۔ ہمیں **بعض غیر احمدیوں کی طرف سے** بھی اطلاع ملی ہے۔ کہ وہ بھی اپنے بیوی بچے قادیان بھیجنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان مصیبت کی گھڑیوں میں اپنے نمونہ سے اس بات کو ثابت کر دیں گے کہ ہماری ہمدردی کسی خاص جماعت سے وابستہ نہیں۔ بلکہ **اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے ہمدردی** کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ ہمارے لئے اپنی جماعت کے افراد کی جان۔ مال اور ناموس کی حفاظت کرنا زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ ان کا اور کوئی نگران نہیں۔ لیکن اگر کوئی غیر شخص ہم پر اعتماد کرتا ہے۔ اور وہ اپنی جان۔ مال اور ناموس کی حفاظت ہمارے سپرد کرتا ہے۔ تو خطرہ کے اوقات میں جس طرح ہم اپنی جان۔ مال اور ناموس کی حفاظت کرینگے۔ اسی طرح ہم دوسروں کی جان۔ مال اور ناموس کی بھی حفاظت کریں گے۔ پس میں پھر جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اپنے فرض کو سمجھیں۔ اور ان دنوں میں بہت ہی خشیۃ اللہ سے کام لیں۔ ہر شخص جسقدر زیادہ سے زیادہ قربانیاں کر سکتا ہے۔ اسی قدر قربانیاں کرے۔ اور مصیبت کے وقت اپنے آپ کو دوسروں کا ممد اور معاون ثابت کرے۔ **مالداروں کو** بھی سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ خطرہ کے وقت دوسروں کی مدد کی سب سے زیادہ ضرورت انہی کو ہوگی۔ غریب کا کیا ہے۔ وہ تو تہہ بند اٹھائیگا اور چل پڑے گا۔ زیادہ دقت مالداروں کو ہی پیش آئے گی۔ پس اگر وہ اس تکلیف کے وقت دوسروں سے کام نہیں آتے۔ تو ان کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ کہ وہ مصیبت کے وقت ہم کو اپنی مدد کے لئے بلائیں۔ اس وقت ہم انہیں یہی کہیں گے۔ کہ اپنے خزانے لے جاؤ۔ اور جہاں رکھ سکتے ہو۔ رکھ دو۔ اگر روپے کی کوئی قیمت تھی تو وہ تکلیف کے وقت کام آنا چاہیئے تھا۔ یوں اسلام میں **مال و دولت جمع کرنے کی اجازت** ہے۔ میں خود زمیندار ہوں۔ اور اپنے پاس زمینیں رکھتا ہوں۔ مگر مصیبت کے وقت کسی کی کوئی ملکیت نہیں ہوتی۔ اس وقت سب کو مل کر کام کرنا چاہیئے۔ اور یہی اسلام کی تعلیم ہے۔ میں جماعت کے عہدیداروں کو بھی ان امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ امور عامہ والوں نے سمجھ سے کام لیا۔ اور فراہمی غلّہ کے لئے بہت کوشش کی ہے۔ مگر میں امید کرتا ہوں۔ کہ وہ آئندہ اس سے بھی زیادہ قربانی کرینگے۔ اور پوری کوشش کریں گے کہ **ہر شخص کو غلّہ میسر آتا رہے**۔ اس کے لئے رات دن اگلے پہر اور پچھلے پہر کا کوئی سوال نہیں۔ ہر وقت انہیں خدمت کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اسی طرح وہ فوراً گورنمنٹ سے دریافت کریں۔ کہ آیا دوسرے صوبہ سے غلہ منگوایا جا سکتا ہے۔ یا نہیں۔ اگر اس بات کی اجازت ہو۔ تو ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے آسانی کے ساتھ اس کا انتظام کر سکتے ہیں لیکن بہر حال آئندہ کے لئے **زمینداروں کو احتیاط سے کام لینا چاہیئے** اور سوائے اس غلّہ کے جو فروخت کر چکے ہیں۔ یا معاملہ کے لئے فروخت کریں باقی سب غلّہ کو اپنے پاس ذخیرہ رکھیں۔ اور کپڑے لتے کے لئے بھی اسے فروخت نہ کریں۔ کیونکہ کپڑے لتے بھی تبھی کام آتے ہیں۔ جب ایمن ہو۔ ورنہ آرام کے وقت اگر انسان پانچ جوڑوں میں گزارہ کیا کرتا ہو تو مصیبت کے وقت دو جوڑوں میں ہی گزارہ کر لیتا ہے۔ اور اگر پہلے دو جوڑوں میں گزارہ کرنے کا انسان عادی ہو۔ تو پھر ایک جوڑہ میں ہی گزارہ کر لیا کرتا ہے۔ اور اگر پہلے ایک جوڑے میں انسان گزارہ کیا کرتا ہو۔ تو مصیبت کے وقت پھٹے پرانے کپڑے پہن کر بھی گزارہ کر لیتا ہے۔ پس انہیں کپڑوں کے لئے بھی غلّہ فروخت نہیں کرنا چاہیئے۔ **صرف ایک دو سال کی بات** ہے۔ بظاہر اب ایک سال کی بات ہے۔ جس میں جنگ ختم ہو پٹا کھا جائیگی۔ لیکن اگر دو سال بھی ہوں۔ تو بھی دو سال انسان پھٹے ہوئے کپڑے پہن کر گزارہ کر سکتا ہے۔ اس لئے وہ غلّہ کو غلّہ کی صورت میں ہی رہنے دیں۔ کیونکہ سونے کے بغیر گزارہ ہو سکتا ہے۔ چاندی کے بغیر گزارہ ہو سکتا ہے۔ لیکن **غلّہ کے بغیر گزارہ نہیں ہو سکتا**۔ سال بھر اگر کسی انسان کو ننگا رہنا پڑے۔ تو **ننگا رہ سکتا ہے**۔ مگر بھوکا نہیں رہ سکتا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق بعض روایات میں آتا ہے۔ کہ وہ جسم پر پتے لٹکا کر ستر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈھا سکتے تھے۔ واقعہ کی صداقت کو تو خدا تعالیٰ ہی جانے مگر اس میں یہ سبق ضرور ہے۔ کہ ضرورت کے موقعہ پر کپڑے کے بغیر بھی گذارہ ہو سکتا ہے لیکن غلہ نہ ہو۔ تو گذارہ نہیں کر سکتا۔ شیخ سعدی نے ایک نہایت ہی لطیف حکایت لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کوئی بھوکا شخص تھا۔ جسے کئی وقت کا فاقہ تھا۔ وہ ایک دن جنگل میں سے گزر رہا تھا۔ کہ اسے ایک تھیلی زمین پر پڑی ہوئی نظر آئی۔ اس نے سمجھا کہ تھیلی میں مکی کے دانے ہیں۔ چنانچہ وہ نہایت شوق سے اسکی طرف لپکا۔ اور اسے اٹھا کر کھولنے لگا۔ مگر جب اس نے کھول کر دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ تھیلی میں دانے نہیں۔ بلکہ موتی ہیں۔ اس نے نہایت غصے سے تھیلی کو زمین پر دے مارا۔ اور پھر آگے چل پڑا۔ یہ مثال شیخ سعدی نے یہ بتانے کے لئے لکھی ہے۔ کہ بھوک کے وقت موتی کی بھی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ اس وقت سب سے مقدم چیز انسان کو پیٹ بھرنا نظر آتی ہے۔ اور واقعہ یہی ہے۔ کہ پیٹ بھرا ہوا ہو۔ تبھی انسان دشمن سے لڑ سکتا ہے۔ اپنی جان و مال اور دوسروں کی جان و مال کی حفاظت کر سکتا ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتا ہے۔ لیکن اگر فاقہ سے ہو۔ تو نہ وہ اپنی مدد کر سکتا ہے۔ اور نہ دوسروں کی مدد کر سکتا ہے۔ روزوں میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو یہی مشق کراتا ہے۔ چنانچہ روزوں کے ذریعہ ہم ہر سال اپنی زندگی میں ایسا وقت لاتے ہیں۔ جب ہم خدا کے لئے فاقہ کرتے ہیں۔ اور ہم میں نہ صرف خود فاقہ برداشت کرنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ ہمیں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ فاقہ کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے۔ جب بارہ گھنٹے کا فاقہ اتنی تکلیف کا موجب ہوتا ہے۔ تو تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ جن لوگوں کو اس سے زیادہ فاقہ برداشت کرنا پڑے۔ انہیں کتنی تکلیف ہوتی ہوگی۔ آج کل بہت سی ریلیں لڑائی کے کاموں کے لئے رکی ہوئی ہیں۔ لیکن فرض کرو۔ جنگ بڑھ جائے۔ اور گورنمنٹ حکم دیدے کہ سوائے جنگ کی ضروریات کے اور کسی کام کے لئے ریلیں نہیں چلائی جائیں گی۔ تو وہ ایسا کر سکتی ہے۔ موٹریں پہلے ہی رکی ہوئی ہیں۔ اس کے بعد فرض کرو گورنمنٹ چھکڑوں اور گڈوں کو بھی اپنے مصرف میں لے آئے۔ تو اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکے گا۔ یہ گورنمنٹ کا حق ہے۔ کہ اگر وہ ضروری سمجھے۔ تو ریلوں پر قبضہ کرے۔ چھکڑوں اور گڈوں کو بھی لے لے۔ ایسی حالت میں تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ دس پندرہ میل سے بھی غلہ لانا مشکل ہوگا۔ لیکن اگر غلہ تمہارے گھروں میں ہوگا۔ تو تم ان تکلیفوں کے باوجود اپنا گزارہ کر سکو گے۔ پس وقت کی ضرورت کو سمجھو اور جیسے مومن کو عقلمند اور ہوشیار ہونا چاہیئے ویسے ہی تم عقلمند اور ہوشیار بنو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ دنیا میں حوادث آتے رہتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ان حوادث کی تکالیف کو کم کرنے کا ذریعہ بھی بتلا دیا ہے۔ جیسا کہ میں نے بتلایا ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک دفعہ جب ایسی ہی تکلیف ہو گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ جس کے پاس جو کچھ کھانے کو ہے لے آئے۔ جس کے پاس دو سیر جَو تھے۔ وہ دو سیر جَو لے آیا۔ اور جس کے پاس مٹھی بھر جَو تھے۔ وہ مٹھی بھر جَو لے آیا۔ اور پھر سب غلہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضؓ میں تقسیم کر دیا۔ اب فرض کرو۔ اس کے بعد کوئی اور غلہ نہ آتا۔ تو یہ کتنی شاندار بات ہوتی۔ کہ لوگ کہتے۔ مسلمان زندہ رہے ہیں تو اکٹھے۔ اور مرے ہیں تو اکٹھے۔ جو آدمی اس طرح قربانی کرتا ہوا اپنی جان دیتا ہے۔ اسکی نسلیں اس پر فخر کرتی ہیں۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاتا ہے۔ یوں مر جاؤ تو کوئی پوچھے گا بھی نہیں۔ لیکن اگر قحط کا زمانہ ہو۔ اور تم سب مل کر یہ فیصلہ کر لو۔ کہ ہم اکٹھے کھائیں گے۔ اور اکٹھے مریں گے اور پھر اس فیصلہ کے مطابق عمل کرو۔ تو قیامت تک لوگ تمہارے نام کو یاد رکھیں گے۔ اور وہ اس واقعہ کا ذکر کر کے فخر محسوس کریں گے کہ انہوں نے کہا۔ ہم اکٹھے کھائیں گے اور اکٹھے مریں گے۔ چنانچہ انہوں نے اکٹھے کھایا اور اکٹھے ہی ذخیرہ ختم ہونے پر مر گئے۔ پس اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اپنے اعمال ان کے مطابق بناؤ۔ اور اس امر کو اچھی طرح سمجھ لو۔ کہ جب کوئی قوم خدا کی خاطر مرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ تو وہ نہیں مرا کرتی۔ جب میں تمہیں کہتا ہوں۔ کہ تم مصیبت کے دنوں میں اکٹھے کھاؤ اور اکٹھے مرو۔ تو اس کے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ خدا بھی تمہیں مرنے دیگا۔ اسے اگر ساری دنیا کو مارنا پڑیگا۔ تو وہ مار دیگا۔ مگر تمہیں نہیں مارے گا۔ کیونکہ تم نے اس کے لئے مرنا قبول کر لیا۔ اور جو شخص اس کے لئے مرنا قبول کرے۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرے کہ اپنی موت اور اپنی بیوی اور اپنے بچوں کی موت برداشت کرے۔ مگر اس بات کو پسند نہ کرے۔ کہ دوسرے لوگ ہلاک ہوں۔ وہ کبھی برباد نہیں ہو سکتا۔ فرض کرو۔ اس کے پاس پانچ سیر غلہ ہے۔ اور وہ جانتا ہے۔ کہ اس سے میں اور میرے بیوی بچے دس دن زندہ رہ سکینگے مگر وہ اس بات کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ مجھ سے پانچ سیر غلہ لے لو۔ اور دوسرے لوگوں کو دے دو تو یہ لازمی بات ہے۔ کہ خدا ایسے آدمی کو مرنے نہیں دیگا۔ اور اگر بالفرض بعض کمزور لوگ مر بھی جائیں۔ تو ان کی موت ان کی ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ اور وہ دنیا سے جاتے وقت اکیلے نہیں جائیں گے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے فرشتے عرش سے اتر کر ان کو لینے کے لئے آئیں گے۔ اور جنت اس دن خوشیاں منائے گی کہ ایسے پاکیزہ آدمی میری طرف آ رہے ہیں۔ پس اپنے اندر ان تکلیف کے دنوں میں قربانی کی وہ سچی روح پیدا کرو جو مومنوں میں ہونی چاہیئے

قاضی بل

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب اخبار نور قادیان

آج مسجد نور قادیان میں بعد نماز مغرب تمام اہالیان محلہ دارالعلوم کا ایک اجلاس عام ہوا۔ جس میں تمام افراد محلہ چھوٹے اور بڑے یعنی جملہ ممبران مجالس انصار اللہ۔ خدام الاحمدیہ اور اطفال شامل تھے۔ اور مرکزی اسمبلی سے جو اسلامی نکاحوں پر بیجا قیود عائد کرنے کی کوشش عمل میں آیا چاہتی ہے۔ اور ایک عجیب و غریب مسودہ قانون موسوم بہ (قاضی بل) کے رائج کئے جانے کے متعلق رائے عامہ دریافت کی گئی ہے۔ اس کے متعلق جملہ احباب کرام نے ایک عام مخالفت کا اظہار کیا۔ اور مندرجہ ذیل ڈوریزولیوشن پاس کئے گئے۔ ازراہ کرم ان کو اپنے اخبار میں جگہ دیکر مشکور فرماویں۔

۱۔ مرکزی اسمبلی نے جو ایک مسودہ قانون (قاضی بل) کے نام سے اس لئے پیش کیا ہے۔ کہ اس کے متعلق رائے عامہ دریافت کی جائے۔ محلہ دارالعلوم کی انجمن احمدیہ کے تمام افراد اس قانون کو نہ صرف بالکل غیر ضروری اور فضول سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس سے جو پابندیاں عاید ہوتی ہیں۔ ان کو نہایت مضحکہ خیز ناقابل عمل اور شرعی امور میں ایک خطرناک دخل اور بدعت یقین کرتی ہے۔ اسلام نے نکاح پڑھنے کے لئے خطیب کے تقرر کے لئے کوئی شرط نہیں رکھی۔ اور نہ یہ ضروری قرار دیا ہے۔ کہ ایسے خطیب کا تقرر کسی ڈسٹرکٹ کمیٹی سے ہو۔ جس کے ممبران کا اکثر حصہ غیر مسلم اور اسلامی احکام و امور سے قطعاً ناواقف ہو۔ اور نہ ہی اس نے نکاح پڑھنے والے کے لئے یہ شرط لازم رکھی ہے۔ کہ وہ کسی مخصوص مدرسہ کا خارج التحصیل ہو۔ بلکہ اسلامی نکاح میں ضروری امور صرف اسی قدر ہے کہ لڑکی لڑکے کی رضامندی ہو۔ فریقین کے ولیوں کی اجازت ہو۔ گواہوں کی شہادت کے لئے اس نکاح کا اعلان ایک مجمع میں کر دیا جائے۔ اس سے زائد جو شرائط بھی مقرر کی جاویں گی۔ اسے اسلامی قیود اور احکام میں ایک مکروہ دخل اور بدعت ہم یقین کرتے ہیں۔ اور کسی صورت میں بھی اسے جائز نہیں سمجھتے۔ اور یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ کوئی پابندی جو اس سے زائد عاید کی جائے وہ ضرور کسی قسم کے مفاسد کا پیش خیمہ ہوگی۔ اس لئے ہم اسکی مخالفت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور پنجاب گورنمنٹ کی خدمت میں پرزور التجا کرتے ہیں۔ کہ وہ اس بل کے پیش و پاس ہونے اور اسے قانون کی صورت اختیار کرنے کی ہرگز اجازت عطا نہ فرمائے والسلام۔

خاکسار محمد طفیل خاں (ڈاکٹر) صدر محلہ دارالعلوم قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سرزمین شام

شام کی عربی النسل آبادی میں بہت سے فرقے اور گروہ کے لوگ ہیں۔ جن کی وجہ سے یہاں طرح طرح کے سیاسی اور معاشرتی انقلاب ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں کی کل آبادی ۳۲۸۰۰۰۰ ہے۔ جو حسب ذیل فرقوں میں تقسیم ہے:۔

سُنّی مسلمان۔ شام کے زیادہ تر مسلمان سُنّی ہیں۔ جن کی تعداد ۲۰۰۰۰۰ ہے۔ **دروزی**۔ یہ فرقہ گیارھویں صدی عیسوی میں مصر کے ایک فاطمی خلیفہ نے قائم کیا تھا۔ یہ اسلام کی ایک آزاد شاخ ہے۔ ان لوگوں کی آبادی ۱۳۲۰۰۰ ہے۔ اور وہ جنوبی شام میں کوہ دروز پر آباد ہیں۔ جو شرق اردن کی حد بندی کرتا ہے۔ **ماروفی**۔ یہ ایک عیسائی فرقہ ہے۔ جس کی بنیاد دروزیوں سے پہلے پڑ چکی تھی۔ اس کا خاص علاقہ شمالی لبنان کے پہاڑ ہیں۔ جہاں انکی آبادی ۲۴۰۰۰۰ ہے **علوی**۔ یہ ایک غیر متعصب مسلم فرقہ ہے۔ اور صوبہ لطاکیہ میں لبنان کے شمال میں آباد ہے۔ اسکی آبادی ۲۷۰۰۰۰ ہے۔ **ارمنی**۔ ان میں سے بہت سے گذشتہ جنگ عظیم کے بعد ترکی سے یہاں آکر آباد ہو گئے تھے۔ ان کی آبادی ۱۳۰۰۰۰ ہے۔ **یونانی عیسائی**۔ یہ عربی النسل ہیں۔ اور ان کی آبادی ۲۸۰۰۰۰ ہے۔ **شیعہ**۔ ان کی تعداد ۱۶۶۰۰۰ ہے **دیگر عیسائی**۔ ان میں عراق سے آئے ہوئے ایل اسیریا بھی شامل ہیں۔ ان کی تعداد ۱۸۷۰۰۰ ہے۔ آخر کے چار گروہ تمام شام میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دروزی۔ ماروفی اور علوی فرقوں کو ایک مقام پر آباد ہونے سے بہت اہمیت حاصل ہے۔ گو وہ دوسرے پانچ فرقے بھی اپنی مخصوص تاریخی روایات اور موجودہ الوالعزمی کے حامل ہیں۔

شام میں فرانسیسی

۱۹۱۹ء کے مصالحانہ سمجھوتے کے مطابق شام میں جمعیت اقوام کے ماتحت انتداب قائم کیا گیا۔ اور اسے فرانس کو سپرد کر دیا گیا۔ فرانسیسی نہ تو اہل شام کو رام کر سکے۔ نہ شام کی خود مختاری کو ترقی دے سکے۔ چنانچہ ۱۹۲۶ء میں ملک میں متعدد شورشیں اور بلوے ہوئے۔ جن کے دوران میں دمشق پر بمباری کی گئی۔ فرانسیسیوں نے ۱۹۲۱ء میں سلیشیا کا زرخیز صوبہ جو ایشیائی کوچک کا ساحلی علاقہ ہے۔ اور کوہ طارس اور سمندر کے درمیان پھیلا ہوا ہے ترکوں کو دے ڈالا۔ امیر البحر ڈارلان کو اب اس کا بہت پچھتاوا ہے۔ ۱۹۳۹ء میں انہوں نے شمالی شام کا اسکندرونہ نامی ایک اور صوبہ بھی ترکی کے حوالہ کر دیا۔ اس صوبے میں اسی نام کی ایک کارآمد بندرگاہ اور قدیم شہر انطاکیہ بھی ہے۔ امیر البحر ڈارلان اب برطانیہ پر الزام لگاتے ہیں۔ کہ یہ علاقہ اسکی وجہ سے ترکی کو مل گیا۔

کچھ عرصہ سے فرانس جمعیت اقوام سے علیحدہ ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے قانونی طور پر اس کا شام پر قابض رہنے کا حق بھی جاتا رہا ہے

حکومت شام دو جمہوریتوں پر مشتمل ہے:۔

لبنانی جمہوریت۔ اس کا صدر مقام بیروت ہے۔ اور یہ فلسطین کی ساحل لیوانت کے نصف علاقے تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں طرابلس کی بندرگاہ بھی ہے۔ جہاں کرکوک سے آنے والی فرانسیسی پائپ لائن ختم ہوتی ہے۔ اسی جمہوریت میں رائق کی ہوائی بندرگاہ بھی ہے

شامی جمہوریت۔ اس کا اطلاق فرانس کے باقی زیر انتداب علاقہ شام پر ہوتا ہے۔ اور اس کا صدر مقام دمشق ہے۔ شامی جمہوریت میں بعض علاقوں کو مختلف درجوں کی خود مختاری بھی حاصل ہے۔ یہ علاقے حسب ذیل ہیں:۔

جبل دروز۔ یہ دروزیوں کا وطن ہے۔ اسکو مکمل مقامی آزادی حاصل ہے

انطاکیہ۔ یہاں علوی آباد ہیں۔ **جزیرہ**۔ یہ عراق اور ترکی کی سرحدوں پر دریائے فرات کا بنایا ہوا ایک مثلثی علاقہ ہے۔

مؤخر الذکر دونوں اضلاع کو اوسط درجے کی خود مختاری حاصل ہے شام کے تمام علاقے کسٹم کے قواعد کے لحاظ سے ایک واحد ملک سمجھے جاتے ہیں۔

شام میں جرمن دخل و اثر کے خطرات

فرانس جمعیت اقوام سے علیحدہ ہو چکا ہے۔ اس وجہ سے اسے ملک پر قبضہ رکھنے کا بھی اب کوئی حق نہیں ہے۔ اس اکیس برس کی سیادت میں جس کام کے لئے اس نے جمعیت اقوام سے اس ملک کا انتداب حاصل کیا تھا۔ اس کو پورا نہیں کیا۔ اسکے برخلاف برطانیہ عراق میں اس معاملے میں کامیاب رہا۔ یہ کام ملک کو آزادی کیلئے تیار کرنا تھا۔

کچھ عرصے تک بری۔ بحری اور ہوائی راستوں سے جرمنوں کا برابر داخلہ ہوتا رہا۔ جنرل ڈنٹز کا حکم خود اس کے گھر میں نہیں مانا جاتا۔ اس کو ڈارلان کے احکام کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اور ڈارلان نازیوں کے اشارۂ ابرو پر چل رہا ہے۔ شام میں اصل حکومت جرمن سفیر مقیم بیروت اور جسٹاپو کے ایجنٹوں کی ہے۔ جو جنرل ڈیگال کی موافقت میں کسی تحریک کو ابھرنے نہیں دیتے۔

اس طرح شام پر دشمن کا تسلط ہو گیا۔ جرمن کے تسلط کی وجہ سے یہ خطرے پیدا ہو سکتے ہیں۔ (۱) ترکی کے لئے خطرہ۔ کیونکہ اس طرح ترکی کے گرد جو گھیرا ڈالا جا رہا ہے۔ وہ مکمل ہو جائے گا۔ (۲) عراق اور موصل کے تیل کے چشموں کے لئے خطرہ۔ کیونکہ شام کی ہوائی بندرگاہوں سے ان پر حملے کئے جا سکتے ہیں۔ (۳) فلسطین اور مصر کے لئے خطرہ۔ کیونکہ ان پر حملہ کرنے سے بری اور ہوائی مرکز مل سکتے ہیں۔ (۴) قبرص کے لئے خطرہ۔ کیونکہ اس طرح جرمن تھوڑے فاصلے سے حملہ کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔

شام پر تسلط کے فوائد

مذکورہ خطروں کا ازالہ کر دیا گیا ہے۔ خصوصاً اس خطرے کا کہ جرمن فوجیں عراق سے گذر کر خلیج فارس میں داخل ہوں۔ اس طرح ہندوستان کے لئے بھی خطرہ تھا۔ اسکی پیش بندی بھی ہو گئی ہے۔

مصر اور عراق سے ترکی تک رسل و رسائل کو قائم رکھا جائے گا۔ اور ان کی حفاظت کی جائے گی۔ خصوصاً بغداد ریلوے کی جس کا کچھ حصہ شام سے اور کچھ حصہ ترکی کے علاقے سے گزرتا ہے۔ اس ریلوے کے ذریعہ سے ترکوں کو سامان پہنچتا رہے گا۔ ایسے ہوائی مرکزوں پر قبضہ کر لیا جائے گا۔ جو قبرص کی حفاظت کے لئے بہت مفید ہوں گے۔

ساحلی علاقے پر قبضے کی وجہ سے بحری بیڑے کا کام بہت ہلکا ہو جائے گا۔ اور لیبیا کی جرمن فوج کو جو سامان بھیجا جاتا ہے۔ وہ اسے روکنے کے لئے زیادہ موثر جدوجہد کر سکے گا۔

اندرونی راستوں کا استعمال

جنرل ڈیول اس اقدام میں اپنے اندرونی راستوں کو بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ کریٹ کی دفاع کی وجہ سے برطانیہ رشید علی کو معزول کرنے اور بغداد میں دوبارہ قانونی حکومت قائم کرنے اور موصل کے تیل کے چشموں کی حفاظت کرنے کے قابل ہو گیا۔ اس طرح برطانیہ نے شام کی جنوبی سرحد پر اپنے فوجی مرکزوں کو بھی مستحکم کر لیا۔ یہ اقدامات بے حد اہم ہیں۔ لیکن اگر شام میں جو مشرق وسطیٰ کی کنجی ہے۔ جرمن حملہ آور فوج کی نقل و حرکت کو نہ روکا گیا۔ تو ان اہم اقدامات سے جو فوائد نظر آتے ہیں۔ وہ جلد ہی معقود ہو جائیں گے۔ اگر شام کی جرمن مہم کو سختی کے ساتھ روک دیا گیا۔ تو جرمنوں کے دو طرفہ اقدام میں سے ایک طرف کا اقدام ختم ہو جائیگا اور جنرل ڈیول اس قابل ہو جائیں گے۔ کہ اپنی فوجوں کو لیبیا میں جرمنوں کے دوسرے اقدام کے مقابلے کے لئے پورے طور پر وقف کر دیں۔

شام کی آزادی

شام سے آزادی کا وعدہ کر کے برطانیہ نے کوئی نئی بات نہیں کی۔ "صفحۂ امن" میں شام کو اول درجے کے انتدائی ملکوں کی فہرست میں رکھا گیا تھا۔ اور وعدہ کیا گیا تھا۔ کہ بالآخر وہ آزاد کر دیا جائیگا برطانیہ اس فرض کی تکمیل کر رہا ہے۔ جسکی تکمیل فرانس ۲۱ سال میں بھی نہ کر سکا اور جس سے حکومت وشی غداری کر رہی ہے۔ کیونکہ وہ شام کو جرمنوں کے قبضے میں دینے کی کوشش کر رہی ہے۔

ترکی

جرمنی کی پالیسی یہ ہے۔ کہ دو طرفہ اقدام کے ذریعہ سے ترکوں کو گھیر لیا جائے۔ جرمنوں نے ترکی کو دھمکی دی تھی۔ کہ بحیرہ اسود میں روس اور جرمن ایک دوسرے سے اشتراک عمل کریں گے۔ اور ترکی کے مغربی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور جنوبی ساحلوں کو مضبوط جزیروں کا ایک جزیرہ قائم کر کے محصور کر لیں گے۔ اس دھمکی کے ذریعے جرمنوں نے ترکوں کو اس بات پر مجبور کیا۔ کہ وہ تجارتی معاہدے کے لئے جرمنی سے گفت و شنید کرے۔ (فلان پاپن کو امید تھی۔ کہ وہ اس معاہدے کے بہانے سے جرمن سپاہیوں اور سامان کو شام اور عراق بھیجنے کے لئے گزرنے کی سہولتیں حاصل کر سکے گا) اس سلسلے میں صورت حالات واضح نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ بحیرۂ ایجیئن کے ساحلوں پر جرمنی کا آزادانہ تسلط ہو جانے کی وجہ سے ترکی ساحل سے بہت قریب آ گیا۔ ترکوں کو سخت صدمہ پہنچا۔ جرمنی نے یہ کارروائی دانستہ کی تھی جس کا مقصد یہ تھا۔ کہ ترکی کی بحری تجارت کو محدود کر دیا جائے۔ تاکہ حکومت ترکی جرمنی کے ساتھ تجارتی معاہدے کی گفت و شنید کرنے کے لئے زیادہ شوق سے تیار ہو جائے۔ ابھی ان افواہوں کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ محوری طاقتوں کے ساتھ ترکی معاہدہ طے ہونے والا ہے۔ اس قسم کے افسانے سننے جا رہے ہیں۔ کہ ترکی کو مقبوضاتی رشوت پیش کی جا رہی ہے۔ (مثلاً میٹیلین سیمال اور عراق کے تیل کے چشموں کا شمالی علاقہ) جس کا مقصد یہ ہے کہ ترکی جرمنی کے ساتھ ایسا تجارتی معاہدہ کرے جس کے ماتحت جرمنی کو شام کی طرف فوج اور سامان بھیجنے کے سلسلے میں گزرنے کی سہولتیں حاصل ہو جائیں۔ اس بات کا زبردست امکان ہے۔ کہ یہ افسانے فلان پاپن اور اس کے حواریوں کی طرف سے مشہور کئے جا رہے ہیں۔ اور صدر انور نے اپنے ابتدائی نظریے پر قائم ہیں۔ یعنی کہ اگر جرمنی کو فتح حاصل ہو گی۔ تو ترکی کی آزادی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ شام میں جو واقعات پیش آنے والے ہیں۔ ان سے ترکی کی روش پر بہت زیادہ اثر پڑے گا۔ (ماخوذ)

وصیتیں

نوٹ:۔ وصایا منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں۔ تاکہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو۔ تو دفتر کو اطلاع کرے۔ (سیکرٹری مقبرہ بہشتی)

ع ۶۰۳۱۔ منکہ رحمت اللہ ولد جیون پیشہ لوہار عمر ۵۴ سال تاریخ بیعت مارچ ۱۹۳۲ء ساکن جوہل چک ۹۷ رکھ برانچ ڈاکخانہ خاص ضلع لائل پور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸/۱۲/۱۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد غیر منقولہ کوئی نہیں ہے میرے پاس اس وقت مندرجہ ذیل اشیاء ہیں۔ جن کی قیمت بازاری نرخ کے حساب سے لگائی گئی ہے۔ اونٹ ایک عدد لغہ ۹۰ ۔ بھینس ایک عدد لہ ۵۰ گائے ایک عدد غہ ۵۰ ۔ خراس دو عدد ما ۱۶۰ کل قیمت ۳۵۰ روپے ہے۔ میرے ذمہ ۱۸۰ روپے قرضہ ہے۔ جو کہ میری مذکورہ بالا جائیداد سے وضع ہوتا ہے۔ باقی میری جائیداد مبلغ ۱۷۰ روپے ہے۔ میں اپنی جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میری وفات پر جس قدر میری جائیداد ثابت ہو۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ علاوہ ازیں میں اپنی ششماہی آمد جو بطور سیپ حاصل ہوتی ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی وصیت کرتا ہوں۔ اگر میں کوئی رقم حصہ وصیت سے ادا کر دوں۔ تو وہ منہا کی جائے گی۔ العبد:۔ مستری رحمت اللہ بقلم خود۔ گواہ شد غلام حیدر چک ۱۰۸ بقلم خود۔ گواہ شد برکت علی ۱۰۱ بقلم خود

ع ۶۰۴۹۔ منکہ برکت علی ولد میاں سندھی صاحب مرحوم قوم راول پیشہ تجارت عمر ۵۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۶ء ساکن فیض اللہ چک ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۱۲/۱۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرے پاس اس وقت ۸ گھماؤں زمین موروثی دفعہ ۶ کی ہے۔ جس میں سے تین گھماؤں مبلغ ۸۰۰/- روپے میں رہن ہے۔ جس وقت میں نے اسکو فک کرا لیا۔ اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ ادا کر دوں گا۔ مگر سر دست پانچ گھماؤں کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میں اس کا اختیار انجمن کو دیتا ہوں۔ کہ اگر وہ اسکی قیمت وصول کرنا چاہے۔ تو میں اپنی زندگی میں ادا کر دوں گا۔ تو انجمن اپنے کسی مختار کو بھیجکر قیمت مقرر کر سکتی ہے۔ تاکہ میں باقساط ادا کر دوں۔ یا اگر انجمن چاہے۔ تو پانچ گھماؤں کے ۱/۱۰ حصہ زمین پر قبضہ کر سکتی ہے۔ جس طرح انجمن چاہے۔ فیصلہ فرمائے۔ میں تیار ہوں۔ میری ماہوار آمد قریباً پانچ روپے ہے جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ موازی ۸ ماہوار باقاعدہ بھیجتا رہوں گا۔ آمدنی کی کمی و بیشی سے چندہ ادا کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے بعد اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ پر بھی یہ وصیت حاوی ہو گی۔ اس کے علاوہ میری کوئی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد نہیں ہے۔ اگر میں اپنی جائیداد کے کسی حصہ کی وصیت اپنی زندگی میں ادا نہ کر سکوں۔ میرے ورثاء کو حق ہے۔ کہ جو حصہ میرے ذمہ نکلے۔ اسکو ادا کریں۔ اگر ورثاء خدانخواستہ ادا نہ کریں۔ تو صدر انجمن احمدیہ قادیان بذریعہ عدالت وصول کر سکتی ہے۔ نیز میرا ایک سکنی مکان خام ہے۔ جو میں نے اپنی بیوی کو حق مہر میں دے دیا ہوا ہے۔ اس پر میرا کوئی حق نہیں ہے۔ العبد برکت علی بقلم خود۔ گواہ شد

ع ۶۰۸۶۔ منکہ محمد حسن ولد مولوی عبد القادر صاحب مرحوم قوم راجپوت عمر ۵۱ سال تاریخ بیعت ۱۸۹۸ء ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹ ۳/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت حسب ذیل ہے۔ ایک عدد کوٹھڑی مالیتی ۵۰/- روپے نقد ۴۲/- روپے کل میزان ۹۲/- روپے ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ وفات کے بعد اگر کوئی اور جائیداد میری ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ العبد:۔ محمد حسن محلہ دارالرحمت قادیان نشان انگوٹھا۔ گواہ شد محمد امین محلہ دارالرحمت۔ گواہ شد نور الحق مولوی فاضل دارالرحمت۔

ع ۶۰۸۴۔ منکہ عبد القادر احسان مولوی فاضل ولد حاجی محمد احمد صاحب مرحوم قوم بھٹی۔ پیشہ ملازمت۔ عمر تیس سال پیدائشی احمدی ساکن بستی رنداں۔ اال لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲ ۳/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ نہیں ہے۔ لیکن میرے مرنے کے بعد جو کچھ میرا متروکہ ثابت ہو منقولہ و غیر منقولہ اس کا دسواں حصہ میرے ورثاء صدر انجمن احمدیہ کو ادا کریں گے میرے دو بڑے بھائی زیادہ تر میرے وارث ہیں۔ مگر دونوں موصی ہیں اس لئے میرے متروکہ کی ادائیگی میں میرے ورثاء کو کوئی عذر نہ ہو گا اور نہ صدر انجمن احمدیہ کو اسکی وصولی میں کوئی دقت کا سامنا ہو گا آج کل میں ملٹری ورکشاپ میں فٹری کی ٹریننگ لے رہا ہوں۔ اور مجھے ۱۷/- روپے تنخواہ سپاہی کی ملتی ہے۔ علاوہ ازیں کیمپ الاؤنس۔ کوئلہ الاؤنس دھوبی۔ موچی۔ حجام وغیرہ مختلف الاؤنس ملا کر کل رقم ۳۷/- روپے ملتی ہے۔ چند دنوں کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ٹریننگ ختم ہونے کے بعد میری تنخواہ ۱۷/- روپے ہو جائیگی میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ جو میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان داخل کرا دوں۔ تو ایسی رقم منہا کی جائے گی۔ اور حصہ جائیداد تصور ہو گی۔ العبد:۔ عبد القادر احسان مولوی فاضل سکنہ بستی رنداں ضلع ڈیرہ غازیخاں حال موقت میاں عبد الکریم صاحب سیکرٹری مال مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور۔ گواہ شد عبد الکریم ولد میاں نظام الدین مرحوم سیکرٹری مال۔ بار بحیثیت نائب ناظم خود لاہور

نور اینڈ سنز کی تیر بہدف و شہرۂ آفاق ادویہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

موتی سرمہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے

ضعف بصر۔ کُکرے۔ جلن۔ پھولا۔ جالا۔ خارش چشم۔ پانی بہنا دُھند۔ غبار۔ پڑ بال۔ ناخونہ۔ گوہانجنی۔ رتوندہ۔ ابتدائی موتیا بند وغیرہ غرضیکہ یہ سرمہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے۔ جو لوگ بچپن اور جوانی میں اس سرمہ کا استعمال رکھتے ہیں وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بھی بہتر پاتے ہیں۔ قیمت فی تولہ دو روپے آٹھ آنے محصول ڈاک علاوہ۔

حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان مبارک میں تو موتی سرمہ ہی مقبول ہے۔ لہذا آپ کو بھی یہ موتی سرمہ ہی استعمال کرنا چاہیئے

حضرت میاں بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "میں اس بات کے اظہار میں خوشی محسوس کرتا ہوں۔ کہ میں نے آپ کا موتی سرمہ استعمال کر کے اسے بہت مفید پایا۔ گذشتہ دنوں مجھے یہ تکلیف ہو گئی تھی۔ کہ زیادہ مطالعہ یا تصنیف سے آنکھوں میں درد ہونے لگتا تھا۔ اور دماغ میں بوجھ رہنے کے علاوہ آنکھوں میں سُرخی بھی رہتی تھی۔ ان ایام میں میں نے جب بھی آپ کا موتی سرمہ استعمال کیا۔ مجھے یقینی طور پر فائدہ ہوا۔

اکسیر البدن دنیا میں ایک ہی مقوی دوا ہے

بلاشبہ کمزوری اور ضعیفی سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی مصیبت نہیں۔ اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے آپ آج سے ہی اکسیر البدن رجسٹرڈ کا استعمال شروع کر دیں۔ کیونکہ دل میں نئی امنگ۔ اعصاب میں نئی ترنگ۔ دماغ میں نئی جولانی پیدا کرنا کمزور کو زور آور اور زور آور کو شہ زور۔ نامرد کو مرد اور مرد کو جوانمرد بنانا اسی اکسیر پر ختم ہے۔ ایک ماہ کی خوراک کی قیمت پانچ روپے محصول ڈاک علاوہ

جناب ملک شیر محمد خاں صاحب کوٹ رحمت خاں

کے تحریر فرماتے ہیں کہ "میرے جسم میں جسقدر خطرناک عوارض تھے مثلاً فالج۔ پسلی کا درد۔ پیشاب کا جلن سے آنا۔ اکسیر البدن کے ذریعہ ان سب کو آرام آگیا۔ آپ جس دیانتداری سے ادویات تیار کرتے ہیں۔ اسکی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آپکی ادویات کی تعریف جو اشتہار میں درج ہے۔ ان کے اثرات اسی تعریف سے بے انتہا بلند ہیں۔

اکسیر اکبر

جس کا اثر مستقل ہے

اکسیر البدن کے علاوہ اسمیں حسب ذیل اجزاء شامل ہیں۔ سونے کا کشتہ کستوری۔ عنبر۔ یوہمبین وغیرہ۔ اسکے فوائد کے کیا کہنے۔ یہ ایک ہی لاثانی دوا ہے۔ اسکی موجودگی نے طبی دنیا میں ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ مفصلہ ذیل نئی اور پرانی بیماریوں میں اسکی اثر فوری اور مستقل ہی ضعف دل۔ ضعف دماغ۔ ضعف اعصاب۔ ضعف ہاضمہ۔ قبل از وقت بالوں کا سفید ہو جانا۔ دل کی دھڑکن۔ سر کا چکرانا۔ آنکھوں میں اندھیرا آنا۔ بے چینی۔ سُستی۔ اُداسی۔ ذرا سے کام سے دل کا کانپنا۔ جسم میں سخت کمزوری وغیرہ بیماریوں کے لئے یہ اکسیر بفضلہ تعالیٰ آخری اور یقینی علاج ہے۔ لاگت کے مقابلہ میں قیمت بہت کم یعنی ایک ماہ کی خوراک کی قیمت بیس روپے (عہ) محصول ڈاک علاوہ

اکسیر اکبر سے ۵۰ سالہ ۱۸ سالہ نوجوان بن گیا

جناب ڈاکٹر شیر محمد خاں صاحب عالی اسسٹنٹ سرجن فورٹ لاکھارٹ ضلع کوہاٹ سے تحریر فرماتے ہیں کہ "اکسیر اکبر کی ایک ماہ کی خوراک جو آپ سے منگوائی تھی۔ ایک مریض کو جسکی عمر پینتالیس سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔ اور جس کو کمزوری قریباً بیس سال سے تھی۔ استعمال کرائی گئی۔ اور دوران استعمال میں حیرت انگیز تبدیلی اسکے جسم میں رونما ہوئی۔ جو سینکڑوں مقوی ادویہ کھانے سے بھی آج تک نہ ہوئی تھی۔ یعنی اکسیر اکبر کے استعمال سے اسکی صحت ایسی ہو گئی۔ جیسے اٹھارہ سالہ نوجوان کی چڑھتی جوانی کا عالم ہوتا ہے۔" اکسیر اکبر واقعی اس زمانہ میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ آپ ایک مرتبہ ضرور تجربہ فرمائیے

تریاق اعظم

اس ایک ہی تریاق سے سر سے لیکر پاؤں تک کی جملہ بیماریوں کا علاج کر لیجئے۔ گھر میں اس تریاق اعظم کی شیشی ڈاکٹروں اور حکیموں کی ضرورت سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ سفر میں اسکی ایک شیشی کا آپکے پاکٹ یا سوٹ کیس میں ہونا یہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ آپکے ہسپتال کی جملہ ادویہ آپکی پاکٹ میں ہیں۔ اس کے ہر قطرہ میں آب حیات اور ہر مرض کے لئے اکسیر ہے۔ اس کے ایک قطرہ کے حلق سے اترتے ہی مردہ جسم میں برقی لہر دوڑ جاتی ہے۔ سر کے درد۔ پسلی کے درد۔ گنٹھیا کے درد۔ عرق النساء کے درد۔ معدہ کے درد۔ جگر کے درد۔ غرضیکہ جملہ قسم کے درد (دردوں) کے لئے تیر بہدف ہے۔ جلے ہوئے آبلوں۔ نیلی۔ بخار۔ ہیضہ۔ بدہضمی کے لئے اکسیر ہے۔ قصہ کوتاہ قریباً صد امراض کا یہ ایک ہی علاج ہے مفصل حالات پر چہ ترکیب استعمال میں ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت فی شیشی دو روپے چار آنے محصول ڈاک علاوہ

تریاق اعظم سے جال بلب مریض کو شفا ہو گئی

جناب مسٹر خلیل الرحمٰن صاحب اپر ایر آبزرویٹری آگرہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے تریاق اعظم نامی دوا آپ سے منگوائی۔ میں اسکی جسقدر بھی تعریف کروں کم ہے۔ یہ تریاق ہر ایک بال بچے والے گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ میرے پڑوس میں ایک جاں بلب مریض کو اس تریاق سے فوراً شفا ہو گئی۔ اور ایسی مثالیں بیشمار ہیں جن میں آڑے وقت میں یہ تریاق اعظم تیر بہدف ثابت ہوئی آپ نے ایسی دوا ایجاد کر کے مخلوق خدا پر بڑا احسان کیا ہے۔ اگر اسے زندگی کا رہبر کہا جائے۔ تو بجا ہے۔ ایک شیشی کلاں جلد بذریعہ وی۔ پی بھیجکر شکریہ کا موقعہ دیں"

اکسیر بواسیر

یہ نامراد موذی مرض انسان کا خون نچوڑ کر ہڈیوں کا پنجر اور زندہ درگور بنا کر زندگی تلخ کر دیتا ہے۔ اسکی مصیبت کو کچھ وہی بہتر سمجھ سکتا ہے۔ جسے بدقسمتی سے اس نامراد مرض سے سابقہ پڑا ہو۔ ہماری یہ اکسیر اس ظالم مرض کو خواہ یہ کسی قسم کا ہو۔ زیادہ سے زیادہ چودہ روز کے استعمال سے جڑھ سے اکھاڑ کر نیست و نابود کر دیتی ہے۔ قیمت تین روپے محصول ڈاک علاوہ۔

تین شیشی اور بھیجئے

جناب بابو محمد سالم اکبر صاحب ہیڈ کلرک اچھاپور نواب گنج سے تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے اپنے ایک دوست کے لئے پہلے بھی اکسیر بواسیر نامی دوائی آپ سے منگوائی تھی۔ جس سے وہ دوست ایک سال تک بہت اچھے رہے۔ ان کو دیکھ کر اب اور مریضوں نے بھی خواہش ظاہر کی ہے۔ لہذا بدیں خط ہذا تین شیشی اکسیر بواسیر اور بذریعہ وی۔ پی بھیجکر شکریہ کا موقعہ دیجئے"

اکسیر بچگان

یہ دوا چھوٹے بچوں کے لئے واقعی اکسیر ہی ہے۔ اسی لئے اسکا نام "اکسیر بچگان" رکھا گیا۔ اسکا استعمال ہر قسم پیچش اور بچوں کے سوکھا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وغیرہ کے لئے یہ دوا بفضل خدا تیر بہدف ہے۔ سبز رنگ کے اسہال اور سوکھا پن وغیرہ سے اکثر بچے ضائع ہو جاتے ہیں۔ یہ دوا ان عوارض کے لئے تریاق ہے۔ اور پھر بڑی عمر والوں کے لئے بھی اسہال پیچش وغیرہ میں یہ بہت مفید ہے۔ ایک شیشی کی قیمت صرف دو روپے۔ محصول ڈاک علاوہ۔

موتی دانت پوڈر

میلے دانت جملہ بیماریوں کا گھر ہیں۔ اگر آپ اپنی صحت کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ تو آج ہی اس کا استعمال شروع کر دیں۔ جو دانتوں کی جملہ بیماریوں کو دور کر کے انہیں فولاد کی طرح مضبوط اور بدبو کے دہن کو دور کر کے پھولوں کی سی مہک پیدا کرتا ہے۔ قیمت دو اونس کی شیشی جو مدت تک کافی ہے۔ ایک روپیہ محصول ڈاک علاوہ۔

رفیق زندگی

گرم مزاج والوں کے لئے بینظیر تحفہ ہے۔ مفرح دل اور مقوی دماغ جس سے جوہر حیات کو خاص ترقی ہوتی ہے۔ بیماری یا کثرت کار کی وجہ سے جن کے چہرے زرد۔ دل ہر وقت دھڑکتا۔ سر چکراتا۔ آنکھوں میں ہر وقت اندھیرا آتا۔ اٹھتے وقت ستارے سے دکھائی دیتے۔ بے چینی۔ گھبراہٹ۔ سستی۔ اور اداسی چھائی رہتی ہو۔ کام کرنے کو جی نہ چاہتا ہو۔ جسم میں سخت کمزوری ہو۔ ان کے لئے یہ جادو اثر دوا نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اس دوا کا ایک ماہ کا استعمال سال بھر کے لئے انشاء اللہ کسی دوسری مقوی دوا سے آپ کو بے نیاز کر دیگا۔ ایک ماہ کی خوراک جس میں پندرہ تولہ دوا ہے۔ قیمت پانچ روپے۔ محصول ڈاک علاوہ

اکسیر معدہ

ہیضہ۔ بدہضمی۔ کی بھوک۔ درد شکم۔ اپھارہ۔ باد گولہ۔ پیٹ کا گڑگڑانا۔ کھٹی ڈکاریں۔ جی کا متلانا۔ قے۔ جگر و تلی کا بڑھ جانا۔ سر چکرانا۔ کرم شکم۔ اسہال۔ ریاح۔ کھانسی دمہ وغیرہ کے لئے تیر بہدف ہے۔ دودھ۔ گھی۔ مکھن۔ بالائی۔ انڈے وغیرہ ہضم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ دماغ۔ حافظہ۔ ذہن کو تقویت دینے۔ کمزور اور دماغی کام کرنے والوں کے لئے بے نظیر چیز ہے۔ قیمت فی شیشی دو روپے محصول ڈاک علاوہ۔

قبض کشا گولیاں

اول تو کبھی کبھار کی قبض بھی بہت تکلیف دہ ہے۔ پھر دائمی قبض سے تو خدا کی پناہ۔ اگر آپ کا معدہ صاف ہے۔ تو سمجھو کہ آپ تندرستی کی گودیں کھیل رہے ہیں۔ ورنہ یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ قبض سب بیماریوں کی ماں ہے۔ ایک دن گھر کا پاخانہ صاف نہ ہو تو تمام گھر کی فضاء اس قدر خراب ہو جاتی ہے۔ کہ ناک میں دم آ جاتا ہے۔ یہی حال آپ معدہ کا سمجھئے۔ اگر ایک روز بھی کھل کر اجابت نہ ہو۔ تو تمام معدہ متعفن ہو جاتا ہے۔ اور متعفن معدہ ہی ہر ایک بیماری کی جڑھ ہے۔ قبض کشا گولیاں کیا ہیں۔ گویا معدہ کی جھاڑو ہیں۔ ان کا دائمی استعمال سمجھو۔ کہ صحت کا بیمہ ہے۔ قیمت ایک سو گولی دو روپے محصول ڈاک علاوہ

افیون چھڑاؤ گولیاں

افیون بہت بری بلا ہے۔ علاوہ روپے کے خرچ کے یہ انسانی صحت کا بھی ستیاناس کر دیتی ہے۔ بدقسمتی سے جسے اسکی عادت پڑ جائے۔ پھر اس کا چھوٹنا بہت مشکل ہے۔ یہ گولیاں انشاء اللہ بہت جلد اس بلا سے نجات دلا دیں گی۔ قیمت ڈیڑھ صد گولی دو روپے محصول ڈاک علاوہ۔

سند یافتہ ڈاکٹر کی رائے کہ یہ گولیاں تیر بہدف ہیں

جناب ڈاکٹر گوہر الدین صاحب سول ہسپتال منجان اپر برما سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "تین سو گولی کا پہلے آرڈر دے چکا ہوں۔ پانچ سو گولی کا اور آرڈر دیتا ہوں۔ فوراً روانہ کیجئے۔ واقعی یہ گولیاں افیون چھڑانے کے لئے تیر بہدف ثابت ہوئیں۔ اور ان کے ذریعہ افیون بآسانی چھٹ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپکو اس ایجاد کے لئے جزائے خیر دے"

اکسیر دمہ

اگرچہ بیماری تو ہر ایک ہی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ مگر مرض دمہ سے تو خدا کی پناہ۔ کیونکہ یہ ایسا نامراد مرض ہے۔ کہ اسکی وجہ سے نہ اٹھتے نہ بیٹھتے۔ نہ سوتے نہ جاگتے۔ نہ چلتے نہ پھرتے۔ حتیٰ کہ مریض کو کسی پہلو بھی چین نہیں آتا۔ اگر دمہ کے بیمار کو زندہ درگور کہا جائے تو صحیح ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اس موذی مرض سے بچائے۔ ہم نے سالہا سال کی محنت شاقہ اور وسیع تجربہ کے بعد اکسیر دمہ نامی دوا تیار کی ہے۔ جو زیادہ سے زیادہ دو ہفتہ میں خدا کے کرم سے اس ظالم مرض سے چھٹکارا کرا دیتی ہے۔ قیمت صرف تین روپے محصول ڈاک علاوہ

جناب ملک شیر محمد خاں صاحب رئیس کوٹ رحمت خاں سے تحریر فرماتے ہیں کہ "سالانہ جلسہ پر جو آپ سے اکسیر دمہ اکسیر البدن اور اکسیر اکبر لایا۔ استعمال کیں۔ حیران رہ جاتا ہوں۔ اور خیال پر خیال آتا ہے۔ کہ یہ نسخے آپنے کہاں سے حاصل کئے۔ اگر میں سب بیان کروں۔ تو فلک بھی سر بسجود ہو جائے۔ بلاشبہ آپکی ادویہ سے بجھتی ہوئی شمع پوری طاقت سے روشن ہو جاتی ہے۔ ان کی خوبیاں صرف استعمال سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ الفاظ میں کیسے بیان ہوں۔ آپ کی محنت اور کوشش پر بے ساختہ جزاکم اللہ احسن الجزاء کہنے کو جی چاہتا ہے۔ ان بینظیر فوائد کے سامنے قیمت کی کوئی حقیقت نہیں"

اکسیر جریان

اس نامراد موذی مرض سے بڑھ کر اور کوئی خطرناک روگ نہیں۔ یہ اندر ہی اندر گھن کی طرح انسانی صحت کا ستیاناس کر دیتا ہے۔ سر میں درد۔ طبیعت سرد۔ چہرہ زرد۔ ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے۔ دل اکتایا ہوا۔ بھوک مری ہوئی۔ غرضیکہ یہ نامراد بیماری انسان کو زندہ درگور بنا دیتی ہے ہم نے سالہا سال کے تجربہ کے بعد اس موذی مرض سے نجات حاصل کرنے کیلئے ایک مجرب نسخہ ایجاد کیا ہے۔ اگر اسکی قیمت دس روپے بھی رکھی جاتی۔ تو بھی تھوڑی تھی۔ مگر محض پبلک کی ہمدردی کی خاطر اسکی قیمت صرف تین روپے رکھی جاتی ہے۔ محصول ڈاک علاوہ۔

بیس سالہ احتلام اور سستی جاتی رہی

جناب مہدی خاں صاحب مگھال ڈاکخانہ ڈلوال ضلع جہلم سے لکھتے ہیں کہ "جو جناب سے دوا اکسیر جریان منگوائی تھی۔ اس سے اس حد تک فائدہ ہوا۔ کہ بیس سال کے امراض احتلام۔ جریان سستی وغیرہ سب جاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ اس ایجاد کے لئے آپ کو جزائے خیر دے"

مچھر پروف

جب رات کو انسان میٹھی نیند سو رہا ہو۔ تو اس وقت مچھر کی کاٹنے سے ملیریا بخار جیسا موذی روگ جو انسان کو زندہ درگور بنا دیتا ہے لگ جاتا ہے۔ ہم نے ایک ایسا تیل ایجاد کیا ہے۔ جسکی خوشبو سے مچھر اس طرح بھاگتا ہے۔ جس طرح لاحول سے شیطان۔ اسی کچھ قطرے بدن پر مل لیجئے۔ اور بے کھٹکے میٹھی نیند آرام کیجئے۔ دو اونس کی شیشی جو خاصی مدت کے لئے کافی ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے۔ محصول ڈاک علاوہ

بال اڑانے کی خوشبودار دوائی

اس خوشبودار دوائی کو پانی میں گھول کر لگانے سے ایک منٹ کے اندر اندر سخت سے سخت اور نرم سے نرم جگہ کے بال بہ صفائی کمال جڑھ سے دور ہو جاتے ہیں۔ قیمت ایک شیشی آٹھ آنے محصول ڈاک علاوہ۔

تریاق درد گردہ

درد گردہ بہت ہی تکلیف دہ بیماری ہے۔ اسکی بیخکنی کے لئے یہ بہترین دوا ہے۔ قیمت صرف دو روپے محصول ڈاک علاوہ

تمام ادویات کے ملنے کا پتہ: منیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان۔ ضلع گورداسپور پنجاب

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

مالک و مہتمم محمد یوسف اکاؤنٹنٹ پریس نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور نے نور پریس قادیان ضلع گورداسپور سے چھپوا کر دفتر اخبار نور قادیان دارالامان سے شائع کیا